بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

كلمة هادئة
في نجاة ابوي المصطفیٰ ﷺ

مصنف:

ڈاکٹر عمر عبداللہ کامل رحمۃ اللہ علیہ

سرکار کے آبا واجداد اور ان کا ایمان

مترجم

عبد القدوس مصباحی

ناشر

برکات القرآن، اسلامک سنٹر، ٹولی چوکی، حیدر آباد

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب:	كلمة هادئة فى نجاة ابوى المصطفیٰ ﷺ
مصنف:	ڈاکٹر عمر عبداللہ کامل رحمۃ اللہ علیہ
مترجم:	عبدالقدوس مصباحی
تصحیح:	مفتی محمد صادق علی صاحب قبلہ مصباحی، استاد دارالعلوم سعید العلوم، لچھمی پور، مہراج گنج
نظر ثانی و مقدمہ:	مبلغ اسلام حضرت علامہ عبدالمبین نعمانی صاحب قبلہ دام ظلہ العالی
پروف ریڈنگ:	مولانا محمد جاوید عالم صاحب قبلہ مصباحی ازہری
صفحات:	۴۸
تعداد:	۵۰۰
ناشر:	برکات القرآن، اسلامک سنٹر، ٹولی چوکی، حیدرآباد

فہرست مضامین

جلالۃ العلم، حضور حافظ ملت

علامہ **عبدالعزیز** محدث مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کے نام

جن کی حیات کا لمحہ لمحہ مذہب اسلام کی تبلیغ واشاعت

اور پرچم اسلام کی سربلندی وسرفرازی کی فکر میں گزرا۔

اور

علم وحکمت اور تعلیم وتربیت کی قابل فخر درس گاہ، از ہر ہند، باغ فردوس،

جامعہ اشرفیہ

کے نام

جو حافظ ملت کی روحانیت کے سہارے

اپنی منزل کی جانب رواں دواں ہے۔

عبدالقدوس مصباحی

حالات مصنف

نام ونسب: عمر بن عبداللہ بن محمد بن ابراہیم کامل

والدہ کا نام: سیدہ فاطمہ ناقرو

کنیت: ابو محمد

لقب: ازہری شیخ

مذہب: مالکی

ولادت: ۱۳۷۱ھ / ۱۹۵۰ء

جائے ولادت: مکہ شریف

نشوونما:

آپ والدین کریمین کے زیر سایہ دینی و علمی ماحول میں پروان چڑھے۔ آپ کے والد گرامی شیخ عبداللہ کامل علیہ الرحمہ وقت کے مشاہیر علمائے کرام ذوی الاحترام سے تھے۔ ان کی خصوصی تربیت و ذہن سازی نے آپ کو بچپن ہی سے علم و فضل کا شیدائی و فدائی بنا دیا۔

تعلیم:

آپ نے اس مرکز عشق و محبت میں آنکھ کھولی جس کے ذرے ذرے اور قطرے قطرے سے علم و عمل، فضل و شرف کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں۔ آپ نے شعور و آگہی کی دہلیز پر قدم رکھنے کے ساتھ ہی تعلیمی سفر کا آغاز فرمایا۔ ابتدائی تعلیم مکہ شریف میں حاصل کی۔ پھر مزید دینی و عصری علوم کی طرف مائل ہوئے اور درج ذیل درس گاہوں اور دانش گاہوں سے اپنی علمی تشنگی بجھائی:

(۱) شاہ سعود یونیورسٹی، ریاض۔ (معاشیات و سیاسی علوم و فنون میں بی۔ اے۔ ۱۹۷۵ء)

(۲) کراچی یونیورسٹی، پاکستان۔ (اسلامک اسٹڈیز میں ایم۔ اے۔ ۱۹۸۰ء)

پاکستان وجامعہ ازہر، مصر۔(پی۔ایچ۔ڈی۔۱۹۸۴ء)

شیوخ:

آپ نے حرمین شریفین، جامعہ ازہر، مصر اور پاکستان کے آفتاب وماہتاب جیسے شیوخ سے علم وفضل کی لازوال دولت حاصل کی۔

آپ کے مشہور شیوخ کے نام یہ ہیں:

(۱) فضیلۃ الشیخ قاضی حسن بن محمد مشاط مالکی (وفات :۱۳۹۹ھ) (۲) شیخ محمد نور سیف بن ہلال (۳) سید محمد بن امین کتبی حسنی حنفی (۴) شیخ محمد متولی شعراوی (۵) شیخ منظور حسن سندی نقش بندی (۶) سید عبد القادر بن احمد سقاف (۷) سید محمد بن علوی مالکی حسنی (۸) شیخ اسماعیل بن عثمان زین شافعی

تلامذہ:

آپ کے صاف وشفاف چشمہ شیریں سے علمی تشنگی بجھانے والوں کی ایک طویل فہرست ہے۔جس میں حجاز، مصر، انڈونیشیا اور مغرب وغیرہ کے تشنہ لب شامل ہیں۔(تلامذہ کے اسماکی تفصیل دست یاب نہ ہوسکی)

تدریس:

زیور علم وفضل سے آراستہ ہونے کے بعد آپ نے اپنی تدریسی زندگی کا آغاز فرمایا اور مختلف ممالک کی یونیورسٹیوں، کالجوں اور اداروں میں خالص اللہ کی رضا کے لیے علم وفضل کے گوہر لٹائے جن میں مصر، مالیزیا، لبنان اور ملیبار خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

اسفار:

آپ نے امت مسلمہ کی فلاح وبہبود کے لیے مختلف بلاد وامصار کا دینی، دعوتی، تنظیمی اور تبلیغی دورہ فرمایا۔ جن میں مصر، مغرب، شام، سوریا، لبنان، اردن، ترکی، یورپ، برطانیہ، فرانس، ہندوستان، پاکستان، انڈونیشیا اور امریکہ وغیرہ ممالک قابل ذکر ہیں۔

رشحات قلم:

آپ کو تصنیف وتالیف سے کافی دل چسپی تھی اس لیے گوناگوں مصروفیات کے باوجود

مختلف موضوعات پر پچاس سے زائد تحقیقی کتابیں آپ کی طرف سے منصۂ شہود پر آئیں اور اہل علم میں حد درجہ مقبول ہوئیں۔

بعض معروف کتابوں کے نام درج ذیل ہیں:

عقیدہ:

(۱)مختصر شرح العقيدة الطحاوية (۲)تهذيب و اختصار الشروح السنوسية (۳)شرح اركان الايمان لامة الاسلام من منظومة عقيدة العوام (٤)التحذير من المجازفة فى التكفير(٥)كلمة هادئة فى بيان خطاء التقسيم الثلاثى للتوحيد (٦)نقض قواعد التشبيه من اقوال السلف ممن قالوا بالامرار والتفويض والتنزيه (۷)حديث لا تطرونى (۸)الاحتفال بالمولد (۹)الزيارة وشد الرحال (۱۰)الاستغاثة (۱۱) التوسل (۱۲)التبرك (۱۳) الحياة البرزخية (١٤) الموجز المفيد من تحفة المريد على جوهرة التوحيد (١٥) تيسير علم العقيدة (التوحيد).

فقہ واصول:

تهذيب احكام الاحكام شرح عمدة الاحكام (۲) معين الالباب مختصر اللباب فى شرح الكتاب (مختصرالقدورى) فى الفقه الحنفى (۳) تهذيب شرح الرملى على زيد بن ارسلان (٤) تسهيل الطرقات شرح فى نظم متن الورقات (٥) جداول الفقه الموازى (المقارن) على المذاهب الاربعة.

تصوف:

(۱)التصوف بين الافراط والتفريط (۲) طريق المساكين إلى مرضاة رب العالمين (۳) البلسم المريح من شفاء القلب الجريح.

مسائل خلافیہ:

(۱)كفى تفريقا للأمة باسم السلف (۲)التوسل بين الكتاب والسنة وافعال الأمة(۳) الأيات البينات لما فى اساطير القمنى من

الضلال والخرافات (٤) مبدان هدامان جاهلية المجتمع وهجر المخالف (٥) لاذرائع لهدم آ ثار النبوة.

اقتصادیات:

(١)الاقتصاد العالمى على حافة ازمة مصرفية عالمية (٢) برنامج للغد دراسات مستقبلية فى الاقتصاد السعودى (٣) الصناعات البتروكيماوية العربية ومعوقات تسويقها (٤) تكامل الاقتصاد العربى (٥)النقود والنظام النقدى الدولى (٦) نحو اقتصاد فقهى حول النقود والاسواق المالية (٧) العولمة وتاثيرها على العمل المصرفى الاسلامى (٨) الامن العربى من منظور اقتصادى (٩) الركود وسبل معالجته فى الاقتصاد العربى والاسلامى.

اولادوامجاد:

وفات کے وقت آپ نے ایک بیٹا، تین بیٹیاں اور دو بیویاں چھوڑیں۔ (ان کے اسما وغیرہ کی تفصیل دستیاب نہ ہوسکی)

وفات:

۴/ ذی قعدہ ۱۴۳۶ھ، بروز بدھ، بوقت فجر، قاہرہ، مصر میں آپ نے داعی اجل کو لبیک کہااور معبود حقیقی سے جاملے۔ إنا لله وإنا إليه راجعون.

جنازہ:

۵/ ذی قعدہ ۱۴۳۶ھ، بروز جمعرات، بعد نماز ظہر، مسجد نبوی شریف میں آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی اور تدفین عمل میں آئی۔

ابر رحمت ان کے مرقد پر گہر باری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

عبدالقدوس مصباحی

جملہ تسبیح و تحمید ہے خداے وحدہ لاشریک کے لیے جس نے لفظ کن سے کائنات کی تخلیق فرمائی۔ درود و سلام کے گلدستے پیش ہیں محسن انسانیت جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ ناز میں جنھیں باری تعالیٰ نے اولاد عدنان کے بہترین لوگوں سے چنا اور طیب و طاہر اصلاب سے پاکیزہ ارحام کی جانب منتقل فرما کر انھیں شریف الاصل والنسب اور توحید پرست والدین کے واسطے سے پیدا فرمایا اور درود و سلام نازل ہو ان کی پاک آل واصحاب پر۔ (آمین)۔

یہ کوئی ۲۰۱۴ء کی بات ہے جب میں ازہر ہند، باغ فردوس جامعہ، اشرفیہ مبارک پور میں، جماعت سادسہ میں زیر تعلیم تھا۔ وہاں کے حساس، باذوق اور محنتی طلبہ کی تعلیمی، تبلیغی اور تصنیفی مشغولیات و مصروفیات کو دیکھ کر میں نے بھی کچھ کرنے کا ارادہ کیا۔ اپنی کم مائگی اور بے بضاعتی کے باوجود صرف رحمت الٰہی پر اعتماد کرتے ہوئے قلم اٹھانے کی جسارت کی۔ کئی احباب سے تبادلۂ خیال کرنے کے بعد حضرت مولانا ازہر الاسلام صاحب قبلہ مصباحی ازہری استاذ جامعہ اشرفیہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ حضرت سے اظہار خیال کیا تو آپ نے حوصلہ افزائی کی اور کئی ایک کتابیں یہ کہتے ہوئے عنایت فرمائیں کہ جسے بہتر و مناسب سمجھیں اس کا انتخاب کرلیں۔ کافی غور وفکر اور احباب کی رہنمائی کے بعد، پھر اپنے موضوع پر منفرد کتاب ''الخیر الکثیر فی الصلاۃ والسلام علی البشیر النذیر'' (مصنفہ ابوسعید شعبان بن محمد آثاری موصلی شافعی) کو چنا۔ یہ کتاب چالیس احادیث کریمہ پر مشتمل تھی جو ترجمہ، تخریج و تضمیم کے بعد بنام ''**فضائل درود و سلام**''، جشن دستار فضیلت کے حسین موقع

پر ۲۰۱۶ء میں بزم حضور حافظ ملت طلبۂ مہراج گنج وکشی نگر کی جانب سے شائع ہوئی اور اب اس سلسلے کی دوسری کڑی ''كلمة هادئة فی نجاة ابوی المصطفیٰ ﷺ''(مصنفہ ڈاکٹر عمر عبداللہ کامل علیہ الرحمۃ) ترجمہ وتخریج کے بعد زیور طبع سے آراستہ ہو کر حاضر خدمت ہے۔ یہ کتاب موضوع کے اعتبار سے نہایت اہم ہے، قرآنی آیات، احادیث کریمہ اور اقوال امت کی روشنی میں اس حقیقت کو آشکارا کیا گیا ہے کہ نبی پاک ﷺ کے والدین کریمین اہل فترۃ سے ہونے کی وجہ سے نجات یافتہ ہیں۔ کما سیاتی.

احسان فراموشی کی کھلی ہوئی مثال ہوگی اگر میں اس خوش گوار موقع پر اپنے ان اساتذۂ کرام اور محبان عظام کی نوازشات کو فراموش کردوں جنھوں نے دامے، درمے، قدمے، سخنے اس کار خیر میں میری مدد کی:

(۱) تشکر و امتنان کے گلدستے پیش ہیں مبلغ اسلام حضرت علامہ عبد المبین نعمانی صاحب قبلہ دام ظلہ العالی کی بارگاہ میں، جنھوں نے عدیم الفرصتی کے باوجود کتاب کی نظر ثانی فرمائی اور ایک گراں قدر مقدمہ تحریر فرما کر اس کی اہمیت و افادیت کو دوبالا کر دیا۔ باری تعالیٰ حضرت کی حفاظت فرمائے، علم وعمل میں بے پناہ برکتیں نازل فرمائے، عمر خضری عطا فرمائے اور مجھ بے نوا پر آپ کا سایہ تادیر قائم فرمائے۔

(۲) ارمغان امتنان پیش ہیں استاد گرامی حضرت مفتی محمد صادق علی صاحب قبلہ مصباحی مدظلہ العالی استاد دارالعلوم سعید العلوم مہراج گنج کے حضور، جنھوں نے کثرت کار کے باوجود ترجمے کی تصحیح فرما کر اس کے پایہ اعتبار کو بلند کر دیا اور تقریباً نصف کتاب کی تخریج بھی فرمائی۔ اللہ رب العزت حضرت کو نظر بد سے محفوظ رکھے۔ علم وعمل اور فضل و شرف میں مزید برکتوں کا نزول فرمائے اور عمر دراز عطا فرمائے۔

(۳) میری طرف سے شکریے کے حق دار ہیں میرے وہ تمام احباب، جنھوں نے کسی بھی جہت سے کتاب کی ترتیب، اس کے اشاعتی مراحل، نقل و تبییض، کمپوزنگ، پروف ریڈنگ

اور سیٹنگ وغیرہ میں میرا ساتھ دیا۔ رب تعالیٰ سبھوں کو ان کے عمل کا بہتر صلہ عطا فرمائے۔

(۴) خاص طور سے شکر گزار ہوں ڈاکٹر محمد انفاس صاحب حیدرآباد کا، جن کی خصوصی نگاہ کرم سے یہ کتاب آپ کے ہاتھوں کی زینت بن سکی۔ باری تعالیٰ انھیں دارین کی سربلندی عطا فرمائے۔

بارگاہ رب ذوالجلال میں عاجزانہ التجا ہے کہ آقا کریم ﷺ کے صدقے میری اس ادنیٰ کاوش کو شرف قبولیت سے نوازے اور اس کا جو بھی ثواب ہو اسے نبی رحمت ﷺ اور پاکان امت کے وسیلے میری والدہ مرحومہ کی روح کو عطا فرمائے جو بچپن ہی میں داغ مفارقت دے گئیں۔ آمین

اعتذار

کتاب کی تصحیح کے لیے ہر ممکن کوشش کی گئی ہے، لیکن پھر بھی بشری تقاضے کے مطابق بہت سی غلطی رہ جانے کا امکان ہے؛ اس لیے اہل علم و ارباب دانش کی بارگاہ میں مؤدبانہ عریضہ ہے کہ اگر کتاب میں کہیں کوئی غلطی نظر آئے تو میری کم علمی کا نتیجہ سمجھیں اور ازراہ اصلاح آگاہ فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی تصحیح کی جا سکے۔

عبدالقدوس مصباحی
دارالعلوم فیض رضا، شاہین نگر، حیدرآباد، تلنگانہ

۴؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۹ھ
۲۱؍ فروری ۲۰۱۸ء

از: مبلغ اسلام حضرت علامہ عبدالمبین نعمانی صاحب قبلہ دام ظلہ العالی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ و نصلی ونسلم علی حبیبہ الکریم والہ وصحبہ اجمعین

محبت کا تقاضہ ہے کہ آدمی جس سے محبت کرتا ہے اس کے محبوبوں سے بھی محبت کرے اور جب کسی سے آدمی محبت کرتا ہے تو وہ یہی چاہتا ہے کہ اس کے محبوب کا انجام بخیر ہو، توسراپا اقدس، محبوب رب اکبر ﷺ سے محبت (جو شرط ایمان ہے) کا تقاضا یہ ہے کہ آپ سے جن جن کو نسبت ہو ان سے بھی محبت کی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ آل رسول، اہل بیت رسول اور اصحاب رسول سے ہم اہل ایمان محبت کرتے ہیں اور سرکار انور واطہر ﷺ نے ان ذوات قدسیہ سے محبت کا حکم بھی دیا ہے یعنی جہاں بھی سرکار رسالت کی جزئیت یا نسبت پائی جائے وہاں وہاں ہماری عقیدت و محبت کا پایا جانا ضروری ہے، اسی سے ثابت ہوا کہ حضور گرامی وقار ﷺ جن کی آل میں ہوں اور جنھیں آپ کی اصل ہونے کا شرف حاصل ہو ان سے بھی محبت و عقیدت کا رشتہ جوڑنا تقاضاے ایمان ہے، یہ تو ایمانی اور عقلی دلیل تھی، پھر جب ہم نقلی دلائل پر نظر ڈالتے ہیں تو یہ امر واضح ہوجاتا ہے کہ آقاے کائنات ﷺ کے ابوین کریمین اور نہ صرف ابوین شریفین بلکہ جملہ آباواجداد اور امہات طاہرات ، سیدہ آمنہ و عبداللہ سے لے کر آدم و حوا تک سب فضل و شرف ، نزہت و طہارت اور عظمت و عزت کے حامل تھے، کافر و مشرک کیسے ہوتے کہ " انما المشرکون نجس " (توبہ : ۹/ ۲۸) "کافر تو ناپاک ہی ہیں "قرآن کا واضح ارشاد ہے۔

حضور اقدس ﷺ اپنی والدہ کی قبر اطہر پر زیارت کے لیے تشریف لے گئے اور گریہ فرمایا

جو اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ کو اپنی والدہ سے محبت تھی اور کیوں نہ ہو کہ جو تمام اولاد کو محبت والدین کا درس دے وہ بھلا اس پر کیوں نہ عمل کرے، جس سے سرکار محبت کریں امتی بھی اس سے ضرور محبت کرے گا، تو کیا سرکار کسی کافر و مشرک سے محبت فرمائیں گے ؟ ظاہر ہے ایسا ہرگز نہ ہوگا، تو ثابت ہوا کہ سرکار ﷺ کے ابوین صاحب ایمان تھے۔ پھر حدیثوں میں آیا: "دنیا میں قیامت تک سات اہل ایمان ضرور رہیں گے" اور آقا ﷺ نے فرمایا: "میں ہر زمانے میں دنیا کے بہترین گروہ میں ہوتا آیا" تو کیا ان سات مومن کے علاوہ، شرک سے آلودہ کسی گروہ میں سرکار محبوب پروردگار ﷺ پیدا ہوئے ؟ حاشا و کلا، ایسا ہرگز نہیں تو محض قیاس کا سہارا لے کر والدین مصطفیٰ ﷺ کی شان میں کفر و شرک کا قول کرنا کسی صاحب ایمان کا تو کیا، کسی صاحب دانش و بینش کا بھی کام نہیں ہو سکتا، علما و ائمہ نے قدیم زمانے سے اس موضوع پر کتابیں اور رسائل تصنیف کیے، دور آخر میں مجدد قرن عاشر، حافظ الحدیث، حضرت امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ (متوفیٰ ۹۱۱ھ) نے اس موضوع پر کئی رسائل تصنیف فرمائے اور اپنی محبت رسول کا بھرپور ثبوت فراہم کیا، اس کے بعد بھی علمائے کرام نے اپنے اپنے انداز میں اثبات ایمان ابوین کریمین پر روشنی ڈالی ہے، اس خصوص میں امام عاشقاں، سربراہ عارفاں، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ نے بھی ایک نہایت اچھوتا اور محبت بھرا رسالہ تصنیف فرمایا، مقصود اس عنوان پر دلائل کا انبار لگانا نہ تھا، بلکہ ہوا یہ کہ آپ کی خدمت بابرکت میں معسکر، بنگلور سے حضرت مولانا شاہ محمد عبدالغفار قادری مدرس اعلیٰ مدرسہ جامع العلوم نے اپنا تصنیف کردہ ایک رسالہ بھیجا تاکہ امام اہل سنت قدس سرہ اس کی تصدیق فرماتے ہوئے اس پر کچھ الفاظ تقریظ تحریر فرما دیں، یہ ۱۳۱۵ھ کا واقعہ ہے، رسالے کا نام ہے: "هداية الغوى فى اسلام آباء النبى"، اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اس پر لکھنا چاہا تو محبت سرکار اقدس ﷺ نے جوش مارا، وقار علم و ادب نے اپنا جوہر دکھایا تو یہ تقریظ خود مستقل ایک رسالے کی شکل اختیار کر گئی، جس کا تاریخی نام "شمول الاسلام لاصول الرسول الكرام" (۱۳۱۵ھ) جس میں بہت کم اقوال ائمہ سے استناد کیا، زیادہ تر اپنے افادات اور قلبی واردات کو سپرد قلم فرمایا اور حب نبی میں سرشار ہو کر ایک گراں قدر تحریر جلوۂ ظہور پا گئی، جس کی سطر سطر سے عشق و محبت رسول کے آبشار پھوٹتے نظر آتے ہیں۔ ارادہ تھا کہ پورے رسالے کی تلخیص یہاں پیش کروں مگر طول سے بچنا ہی

مناسب سمجھا۔ اہل علم و ایمان کے لیے یہ رسالہ بڑا ایمان افروز اور محبت آگیں ہے، فتاوی رضویہ جدید (بائیس جلد والی) کی جلد نوزدہم (۱۹/ ویں) میں صفحہ ۳۱۱ سے ۳۶۶ تک پھیلا ہوا ہے، علاحدہ سے بھی یہ رسالہ رضا اکیڈمی ممبئی سے شائع ہو گیا ہے۔

شروع میں اعلیٰ حضرت نے دس دلیلیں بیان کی ہیں، پھر تنبیہات، نکتہ الہیہ، فائدہ ظاہرہ، عائدہ زاہرہ، عبرت قاہرہ کے پانچ عنوانات پر اپنے خاص افادات و افاضات کے در کھولے ہیں، ان کو پڑھنے کے بعد ایک ایمان دار کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اور ساتھ ہی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان سے عقیدت بھی بڑھ جاتی ہے، واقعی ان سطور میں امام اہل سنت نے اپنے چمنستان علم و تحقیق کے ایسے گل بوئے سجائے ہیں کہ بس دیکھا کیجیے اور ایمان تازہ کیجیے، یہ پورا رسالہ مطالعہ سے تعلق رکھتا ہے، یہاں صرف اس کی دسویں دلیل کی رونمائی کی جاتی ہے، پڑھیے اور سر دھنیے:

عاشرا اقول:

قال الله عز وجل : الله اعلم حيث يجعل رسالته (الانعام : ٦/ ١٢٤)

ترجمہ: "خدا خوب جانتا ہے جہاں رکھے اپنی پیغمبری"۔

آیت کریمہ شاہد ہے کہ رب العزت عز و علا سب سے زیادہ معزز و محترم موضع (جگہ) وضع رسالت کے لیے انتخاب فرماتا ہے، ولہذا کبھی کم قوموں، رذیلوں میں رسالت نہ رکھی، پھر کفر و شرک سے زیادہ رذیل کیا شی ہوگی، وہ کیوں کر اس قابل کہ اللہ عز و جل نور رسالت اس میں ودیعت رکھے، کفار محل غضب و لعنت ہیں اور نور رسالت کے وضع کو محل رضا و رحمت در کار۔

حضرت ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر ایک بار خوف و خشیت کا غلبہ تھا، گریہ و زاری فرما رہی تھیں، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے عرض کی: یا ام المؤمنین! کیا آپ یہ گمان رکھتی ہیں کہ رب العزت جل و علا نے جہنم کی ایک چنگاری کو مصطفی ﷺ کا ایک جوڑا بنایا؟ ام المؤمنین نے فرمایا:

"فَرَّجْتَ عَنِّي فَرَّجَ اللهُ عَنْكَ"

ترجمہ: تم نے میرا غم دور کیا اللہ تعالیٰ تمھارا غم دور کرے۔

خود حدیث میں ہے حضور سید یوم النشور ﷺ فرماتے ہیں:

اِنَّ اللهَ أبی لی أن أتزوجَ أو أُزوجَ ألا أهلَ الجنةِ .(رواه ابن عساکر عن هند بن ابی هاله رضی الله تعالیٰ عنه)

بے شک اللہ عزوجل نے میرے لیے یہ نہ مانا کہ میں نکاح میں لانے یا نکاح میں دینے کا معاملہ کروں مگر اہل جنت سے۔

جب اللہ عزوجل نے اپنے حبیب اکرم ﷺ کے لیے پسند نہ فرمایا کہ غیر مسلم عورت آپ کے نکاح میں آئے خود حبیب ﷺ کا نور پاک معاذ اللہ محل کفر میں رکھنے یا حبیب ﷺ کا جسم پاک عیاذا بالله خون کفار سے بنانے کو پسند فرمانا کیوں کر متوقع ہو۔

یہ بحمد اللہ دس دلیل جلیل ہیں، پہلی چار ارشاد ائمہ کبار اور چھ اخیر فیض قدیر، حصہ فقیر، تلك عشرة كاملة والحمد لله فی الاولیٰ والاٰخرة .

(فتاوی رضویہ جلد ۱۹، ص: ۳۲۲، مطبوعہ امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی شریف۔)

یعنی ان دس دلیلوں میں صرف چار ارشادات ائمہ سے ماخوذ، باقی توفیق الٰہی سے سرکار اعلیٰ حضرت کا حصہ ہیں اور آخر کے پانچ عنوانات بھی خاص فیض رب قدیر ہے جو حصہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ ہے۔

ایک جگہ اپنا مسلک بیان کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں:

اپنا مسلک اس باب میں یہ ہے:

ومن مذهبی حب الدیار لاهلها
وللناس فیما یعشقون مناهب

جسے یہ پسند ہو فبها ونعمت۔ ورنہ آخر اس سے تو کم نہ ہو کہ زبان روکے، دل صاف رکھے، اِنَّ ذٰلِکُم کانَ یُؤذِی النبیَ ۔(یہ بات نبی پاک کو ایذا دیتی ہے) سے ڈرے۔

امام ابن حجر مکی شرح میں فرماتے ہیں:

ما احسن قول المتوقفین فی هذه المسئلة الحذر الحذر من ذکرهما بنقص فان ذلك قد یؤذیه ﷺ لخبر الطبرانی لا تؤذوا الاحیاء بسبب الاموات . (ا فضل القری: ١٥٤١)

یعنی حضور تو زندہ ابدی ہیں، ہمارے تمام افعال واقوال پر مطلع ہیں اور اللہ عزوجل نے فرمایا:

والذین یؤذون رسولَ اللهِ لهم عذاب الیم . (توبه : ۹ ۶۱)
ترجمہ: جو لوگ رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔
عاقل کو چاہیے ایسی جگہ سخت احتیاط سے کام لے۔

ع: ہشدار کہ رہ بر مردم تیغ است قدم را

یہ مانا کہ مسئلہ قطعی نہیں، اجماعی نہیں، پھر ادھر (یعنی عدم ایمان ابوین کی طرف) کون سا قاطع، کون سا اجماع ہے۔ آدمی اگر جانب ادب میں خطا کرے تو لاکھ جگہ بہتر ہے اس سے کہ معاذ اللہ اس کی خطا جانب گستاخی جائے۔

پھر آگے فرماتے ہیں:

ہاں! یہ سچ ہے کہ ہم غنی حمید عز جلالہ پر حکم نہیں کر سکتے۔ پھر دوسرے حکم (عدم ایمان ابوین) کی کس نے گنجائش دی؟ ادھر کون سی دلیل قاطع پائی۔ حاش للہ۔ ایک حدیث بھی صحیح و صریح نہیں، جو صریح ہے ہرگز صحیح نہیں اور جو صحیح ہے ہرگز صریح نہیں، جس کی طرف ہم نے اجمالی اشارات کر دیے تو اقل درجہ وہی سکوت و حفظ ادب رہا۔

ع آئندہ اختیار بدست مختار (فتاوی رضویہ، جلد:۹، ص:۳۲۶)

علامہ عبد اللہ کامل مصری نے بھی اس موضوع پر بڑے اختصار و جامعیت کے ساتھ ایک رسالہ لکھا۔ زیر نظر کتاب اسی کا اردو ترجمہ ہے جو مولانا عبد القدوس مصباحی کی کوششوں سے منظر عام پر آیا ہے، اس سے مولانا عبد اللہ کامل (متوفیٰ: ۴/ ذی قعدہ ۱۴۳۶ھ) کی خوش فکری اور محبت نبوی کا بھی پتہ چلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور جزائے خیر دے۔ آمین بجاه سید المرسلین علیه و آله الصلوة والتسلیم.

محمد عبد المبین نعمانی قادری
خادم دار العلوم قادریہ، چریاکوٹ، ضلع مئو
و رکن بانی المجمع الاسلامی،
ملت نگر، مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ، (یو، پی)
پن کوڈ: ۲۷۶۴۰۴

۲۸/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۹ھ
۱۵/ فروری ۲۰۱۸ء

نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے نجات یافتہ ہونے پر قرآنی دلائل

(۱): اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”وَ اِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰھیمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَ اِسْمٰعِیْلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ انت السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَا اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ[۱]

ترجمہ: ”اور جب ابراہیم اور اسمٰعیل اس گھر کی بنیاد یہ کہتے ہوئے اٹھارہے تھے کہ اے ہمارے رب! ہم سے قبول فرما بیشک تو ہی سنتا اور جانتا ہے۔اے ہمارے رب! اور ہمیں اپنے حضور گردن رکھنے والا بنا اور ہماری اولاد میں سے ایک امت پیدا فرما جو تیری فرماں بردار ہو۔“

(۲): اللہ رب العزت نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا نقل فرمائی:

” رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِكَ وَیُعَلِّمُهُمُ

---

(۱)البقرة ،آیت:۱۲۷

الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ "[۱]

ترجمہ: "اے ہمارے رب! اور ان میں انھیں میں سے ایک رسول بھیج کہ ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور انھیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے"۔

(۳): باری تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دعا کی خبر اپنے اس ارشاد سے دی:

"رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ "[۲]

ترجمہ: "(اور یاد کرو جب ابراہیم نے عرض کی) : اے میرے رب! اس شہر کو امان والا بنا اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بت پرستی سے بچا۔"

(۴): اللہ رب العزت نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی حکایت یوں فرمائی:

"رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ "[۳]

ترجمہ: "(اے میرے رب!) مجھے اور میری کچھ اولاد کو نماز کا قائم کرنے والا بنا۔"

باری تعالیٰ کا یہ ارشاد "وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ" اس پر دلالت کر رہا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی کہ اے پروردگار! تو میری اولاد یعنی اولاد اسماعیل سے ایک فرماں بردار امت پیدا فرما؛ کیوں کہ یہ دعا کا مقام ہے حضرت ابراہیم نے کعبہ معظمہ کی تعمیر مکمل کرنے کے بعد اپنے اور اسماعیل کے لیے دعا کی، پھر اس کے بعد ان کا یہ کہنا کہ "وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ "(ان میں انھیں میں سے ایک رسول بھیج) اس پر واضح دلیل ہے کہ اس سے مراد حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی کی اولاد ہے نہ کہ ان کے علاوہ ان کی دوسری اولاد، جیسا کہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ انھوں نے دعا کی کہ اے اللہ! تو رسول کو اس فرماں بردار امت سے بھیج۔

امت مسلمہ یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے رسول کی بعثت کا تصور اسی وقت کیا جا سکتا ہے جب کہ ملت ابراہیمی ان زمانوں میں موجود ہو جو زمانہ ان کے اور ہمارے نبی

---

(۲)البقرة،۲، آیت:۱۲۹

(۳)الإبراهيم ۱٤،آیت:۳٥

(۳)الابراهيم ۱٤، آیت: ٤۰.

جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کے مابین ہے اور ہر زمانے میں ایسے لوگ موجود ہوں جو خالص توحید پرست ہوں، ملت ابراہیمی کے پیروکار ہوں اور بت پرستی سے اجتناب کرتے ہوں۔

ابن منذر نے اپنی تفسیر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حوالے سے ارشاد باری تعالیٰ "رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ" (کہ اے میرے رب! مجھے اور میری کچھ اولاد کو نماز کا قائم کرنے والا بنا) کے تحت سند صحیح کے ساتھ حضرت ابن جریج سے تخریج کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے کچھ لوگ ہمیشہ دین فطرت پر رہیں گے اور اللہ رب العزت کی عبادت کرتے رہیں گے۔ (۱)

اور چوں کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں کچھ بت پرست بھی پائے گئے اس سے ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دعا میں اپنی ذریت میں سے ایسی امت کو خاص فرمایا جس میں ان کا دین باقی رہے اور عرصہ دراز کے باوجود نہ مٹے یہاں تک کہ اللہ رب العزت اپنے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو انھیں میں بھیجے۔ اور جب بعثت محمدی، ذریت ابراہیم کی تمام شاخوں سے ممکن نہیں تو اس لحاظ سے حضرت ابراہیم کی وہ اولاد جو نبی پاک ﷺ کے آباواجداد اور امہات سے ہیں وہی مراد ہوں گی، انھیں سے نسب، قربت اور ملت کا اعتبار ہوگا۔

حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب "حاوی" میں فرماتے ہیں:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کے حوالے سے جو کچھ مذکور ہوا یقینا ان میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے سب سے زیادہ قریب (رسول اکرم ﷺ کے) اجداد کا رشتہ ہے جو چنندہ لوگوں میں سے ہیں اور جن تک نور نبوت یکے بعد دیگرے منتقل ہوتا رہا ہے؛ اس لیے یہ زیادہ قرینہ قیاس ہے کہ یہی بعض حضرات مراد ہوں جن کی طرف اللہ تعالیٰ کے اس قول میں اشارہ کیا گیا ہے کہ "رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ" (اے میرے رب! مجھے اور میری کچھ اولاد کو نماز کا قائم کرنے والا بنا)۔

---

(۱) الدر المنثور، ج:۸، ص:۵٦٢، دارهجر مصر.

اور چوں کہ یہ واضح ہوگیا کہ آپ ہی کے آبا و اجداد اس دعا کے ساتھ خاص ہیں نہ کہ پوری ذریت، اس لیے جب سفیان بن عیینہ سے سوال کیا گیا کہ کیا اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کسی نے بتوں کی پوجا کی؟ تو آپ نے فرمایا: نہیں، کیا تم نے اللہ رب العزت کا یہ ارشاد نہیں سنا کہ ”وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ“ (اے میرے رب! مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کے پوجنے سے بچا)۔ جیسا کہ ابن ابی حاتم کی روایت ہے۔

اسی طرح ابن جریر نے اپنی تفسیر میں حضرت مجاہد سے حدیث تخریج کی ہے وہ فرماتے ہیں:

”اللہ رب العزت نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ان کی اولاد کے حق میں قبول فرمائی تو ان کی اولاد میں سے کسی نے دعا کے بعد بت پرستی نہ کی“۔[1] حضرت مجاہد کا قول انھیں پر صادق ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دعا میں جن کی تخصیص فرمائی کہ انھیں میں آپ کا دین باقی رہے اور آپ کے آبا واجداد سے نہ مٹے، اللہ رب العزت نے ان پر خصوصی نظر کرم فرمائی اس لیے نہ انھوں نے دین تبدیل کیا اور نہ تحریف کی۔ گویا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ رب العزت کے ذریعہ زمین و آسمان کی بادشاہت دکھائے جانے کی وجہ سے مختلف بطون و اصلاب میں اس نور محمدی کا مشاہدہ کر لیا اور ان کے لیے اسی اسلام و انقیاد کا مطالبہ کیا جسے اپنے لیے طلب کیا تھا یہاں تک کہ وہ نور الٰہی ظہور پذیر ہو جائے جسے اللہ تعالیٰ نے انھیں مختلف بطون و اصلاب میں دکھایا تھا تا کہ اس رسول کو تقاضائے حکمت اور مقصد خاص کے مطابق ظاہر فرمائے یعنی آبا و امہات کے درمیان نفیس و عمدہ نطفوں اور پاکیزہ نسبوں سے ان کے پاک جسم کو پیدا کر کے انھیں اپنی معرفت کا سبب بنائے پھر اپنی وحدانیت اور مٹی ہوئی نشانیوں کو دوبارہ زندہ کرنے کے لیے ملت ابراہیمی کو زندہ کرے اور اسے قیامت تک باقی رکھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”وَ جَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ بَلْ مَتَّعْتُ هٰٓؤُلَآءِ وَ

---

(۱) تفسیر طبری: ۱۳/ ۶۸۷، حدیث نمبر: ۲۰۹۴۷.

اٰبَآءَهُمْ حَتّٰى جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ" (الزخرف، ٤٣،آیت:٢٩)

ترجمہ: "اور اسے اپنی نسل میں باقی کلام رکھا کہ کہیں وہ باز آئیں بلکہ میں نے انھیں اور ان کے باپ دادا کو دنیا کے فائدے دیے یہاں تک کہ ان کے پاس حق اور صاف بتانے والا رسول تشریف لایا"۔

باری تعالیٰ کے ارشاد "وَ جَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ" کے سلسلے میں عبد بن حمید، قتادہ سے روایت کرتے ہیں کہ اس سے مراد توحید و رسالت کی گواہی دینا ہے۔ اور ان کی ذریت میں ہمیشہ کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جو ان کے بعد بھی اس کا اقرار کرتے رہیں گے۔ (۱)

آیت مذکورہ کے بارے میں عبد الرزاق نے اپنی تفسیر میں معمر سے قتادہ کی روایت نقل کی ہے فرماتے ہیں:

اس سے مراد اخلاص اور توحید ہے، ان کی ذریت میں ہمیشہ (کچھ) ایسے لوگ رہیں گے جو توحید پرست اور عبادت گزار ہوں گے۔ (۲)

ابن منذر نے حدیث تخریج کی کہ ابن جریج آیت مذکورہ کے حوالے سے کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد ان کی ذریت میں ہمیشہ ایسے لوگ رہیں گے جو اللہ کی وحدانیت کی گواہی دیں گے اور "لا الٰه الا الله" کے ذریعہ اس کی عبادت کرتے رہیں گے۔ (۳)

ابن منذر نے فرمایا:

کچھ لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذریت میں کچھ لوگ ہمیشہ دین فطرت پر رہتے ہوئے اللہ کی عبادت کرتے رہیں گے یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے۔ (۴)

اللہ رب العزت نے اپنے نبی کے لیے ایسے ہی آبا و امہات کا انتخاب فرمایا یعنی طاہر سے طیب کی طرف اور طیب سے طاہر کی طرف یہاں تک کہ انھیں عبد اللہ بن عبد المطلب

---

(۱) تفسیر ابن کثیر: ٢٢٥/٧.

(۲) تفسیر عبد الرزاق: ١٦٧/٣، حديث نمبر: ٢٧٦١.

(۳) ابن منذر.

(۴) الدر المنثور، ج:٨، ص:٥٦٢.

کے صلب تک پہنچایا اور وہاں سے آپ کی ماں حضرت آمنہ کے رحم تک، پھر انھیں اس روے زمین پر سید المرسلین، خاتم النبیین اور رحمۃ للعالمین بناکر بھیجا۔ کیا ایسا ممکن ہے کہ اللہ رب العزت طیب وطاہر روح کو مشرکین کے اصلاب اور مشرکات کے ارحام میں ٹھہرائے اور اسے تکوین وتصویر میں اپنی اصل قرار دے، حالاں کہ اس کا فرمان ہے:

"اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ"[1]

ترجمہ: "مشرکین نجس ہیں"۔

نیز فرماتا ہے:

"اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَ الْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ"[2]

ترجمہ: "ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کے لیے ہیں اور ناپاک مرد ناپاک عورتوں کے لیے ہیں"۔

اور جب مشرکین کی مشرکات کے ساتھ تخصیص ان کے آپسی تعلقات کی وجہ سے وارد ہے تو ان نطفوں کے درمیان مناسبت کا ہونا زیادہ ضروری ہے جو صلبوں میں بنتے ہیں اور رحموں میں ٹھہرتے ہیں تو طیب وطاہر کی ولادت مشرکوں سے نہیں ہو سکتی ہے اور سچ فرمایا اللہ رب العزت نے کہ "الطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَ الطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰت"[3]

ترجمہ: "پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لیے ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لیے ہیں"۔

---

(۱)التوبۃ،۹،آیت:۲۸
(۲)النور،۲٤، آیت:۲٦
(۳)النور،۲٤ آیت:۲٦

نبی کریم ﷺ کے والدین کا نجات یافتہ ہونا احادیث کریمہ کی روشنی میں

پہلی فصل: نسب کی پاکیزگی کا بیان

حدیث: (۱) امام بخاری حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

میں ہر زمانے کے بہترین لوگوں میں بھیجا گیا، یہاں تک کہ جس زمانہ میں، میں اب ہوں اس زمانے کے بھی بہترین لوگوں میں بھیجا گیا ہوں۔ [۱]

حدیث: (۲) امام مسلم و ترمذی نے تخریج فرمائی اور امام ترمذی نے واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے اس کی تصحیح فرمائی وہ کہتے ہیں کہ نبی رحمت ﷺ نے فرمایا:

یقیناً اللہ رب العزت نے اولاد ابراہیم سے اسماعیل کو چنا، اولاد اسماعیل سے کنانہ کو، کنانہ سے قریش کو، قریش سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم سے مجھ کو منتخب فرمایا۔ [۲]

اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ اسماعیل اور ان کی ذریت ہی اولاد ابراہیم سے چنے

---

(۱) صحیح البخاری : ۱۷۱۹/۱، حدیث نمبر: ۳۵۵۷

(۲) سنن الترمذی : ۵۸۳/۵، حدیث نمبر : ۳۶۰۵

گئے ہیں۔

حدیث: (۳) محب طبری کی کتاب ذخائر العقبی میں حضرت واثلہ بن اسقع کی حدیث ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے:

بے شک اللہ رب العزت نے اولاد آدم سے ابراہیم کو منتخب فرمایا اور ان کو اپنا خلیل بنایا ، اولاد ابراہیم سے اسماعیل کو چنا اور مضر سے کنانہ اور قریش کو، پھر بنو ہاشم سے عبد المطلب کی اولاد کو، پھر عبد المطلب کی اولاد سے مجھ کو منتخب فرمایا۔ (۱)

حدیث: (۴) امام ترمذی نے عباس بن عبد المطلب سے روایت کی اور اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے، حضرت عباس (بن عبد المطلب) کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

بے شک باری تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو مجھے بہترین لوگوں میں رکھا، پھر قبائل کا انتخاب فرمایا تو مجھے بہترین قبیلے میں رکھا، پھر جب گھر کا انتخاب فرمایا تو مجھے ان کے بہترین گھر میں رکھا؛ اس لیے میں لوگوں میں نفس اور گھرانے کے اعتبار سے بہتر ہوں۔ (۲)

حدیث: (۵) امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث تخریج کی وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

میں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانۃ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان ہوں۔ جب بھی لوگ دو جماعت میں ہوئے اللہ تعالیٰ نے مجھے ان میں سے بہتر لوگوں میں رکھا، تو میں اپنے ماں باپ کے ذریعہ اس طرح پیدا ہوا کہ زمانۂ جاہلیت کی آلودگی سے پاک رہا اور میں حضرت آدم سے لے کر اب تک بذریعہ نکاح منتقل ہوا نہ کہ زنا سے یہاں تک کہ اپنے والدین کے صلب میں آیا لہذا میں نسب اور باپ کے اعتبار سے تم میں بہتر ہوں۔ (۳)

---

(۱) ذخائر العقبی : ۱۰/۱

(۲) سنن الترمذی : ٥٨٤/٥، حدیث نمبر: ٣٦٠٧

(۳) دلائل النبوۃ للبیہقی : ١٧٤/١

حدیث:(٦) ابونعیم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

میرے آباوامہات کبھی بھی بدکاری سے نہ ملے، اللہ تعالیٰ ہمیشہ مجھے پاکیزہ صلبوں سے صاف ستھرے رحموں کی جانب پاک باز اور مہذب بناکر منتقل کرتا رہا، جب بھی دو جماعتیں بنیں تو میں ان کے بہتر لوگوں میں رہا۔ [1]

حدیث: (۷) امام طبرانی، ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

بے شک رب تعالیٰ نے مخلوق کا انتخاب فرمایا، ان سے بنی آدم کو چنا، بنی آدم سے عرب کو چنا، عرب سے قریش کو چنا، قریش سے بنوہاشم کو، پھر بنوہاشم سے مجھ کو چنا، میں ہمیشہ بہترین لوگوں میں رہا، سنو! جس نے عرب سے محبت کی اس نے میری محبت کی وجہ سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے میری وجہ سے بغض رکھا۔ [2]

حدیث: (۸) امام طبرانی اور ابونعیم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے روایت کی وہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت جبریل علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت جبریل نے کہا:

میں نے مشرق و مغرب چھان ماری لیکن محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے افضل کسی کو نہیں پایا اور نہ ہی بنوہاشم سے افضل کوئی قبیلہ دیکھا۔

ابن حجر کہتے ہیں: (صحت کی چمک اس متن کے صفحات پر ظاہر ہیں) مراد یہ ہے (واللہ اعلم) بے شمار احادیث کریمہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی افضلیت اور تمام قبائل پر بنوہاشم کے افضل ہونے پر اس حدیث کی تائید کرتی ہیں۔ [3]

حدیث: (۹) مردویہ نے تخریج کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے "لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ" کی تلاوت فرمائی، پھر فرمایا:

---

(۱) دلائل النبوة لأبي نعيم : ۱/۲۰، حديث نمبر: ۱۵

(۲) كنز العمال: ۱۲/۴٦، حديث نمبر: ۳۳۹۲۸

(۳) المعجم الاوسط للطبرانی : ٦/۲۳۷، حديث نمبر: ٦۲۸۵

میں حسب ونسب اور مصاہرت کے اعتبار سے تم میں سب سے بہتر ہوں۔ میرے آباواجداد میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک کوئی بھی بدکار نہ تھا بلکہ سب کے سب صاحب نکاح تھے۔[1]

حدیث:(۱۰) امام سیوطی کہتے ہیں کہ محب طبری نے ذخائر العقبی میں اور بزار نے اپنی مسند میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے ذکر کیا ہے، وہ کہتے ہیں:

قریش کے کچھ لوگ صفیہ بنت عبد المطلب کے پاس آئے اور ایک دوسرے پر فخر کرنے لگے اور زمانہ جاہلیت کا تذکرہ کرنے لگے، تو صفیہ بنت عبد المطلب کہنے لگیں: رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیں میں سے ہیں۔ تو وہ لوگ کہنے لگے: کھجور کا درخت یا پھر مطلق درخت بنجر زمین میں نکل گیا ہے۔ تو صفیہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا، اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جلال میں آگئے اور منبر شریف پر کھڑے ہوکر ارشاد فرمایا: اے لوگو! میں کون ہوں؟ لوگوں نے کہا: آپ اللہ کے رسول ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ پھر آپ نے فرمایا: میرا نسب بیان کرو تو انھوں نے آپ کا نسب نامہ اس طرح بیان کیا: محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب، اس پر آپ نے فرمایا: اس قوم کا کیا حال ہے جو میرے نسب کی تحقیر کرتی ہے، بخدا! میں نسب اور جگہ کے اعتبار سے ان سے افضل ہوں۔[2]

حدیث:(۱۱) حاکم نے ربیعہ بن حارث سے تخریج کی وہ کہتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ خبر ملی کہ کچھ لوگوں نے آپ کی شان میں یہ زبان درازی کی ہے کہ محمد کی مثال کھجور کے اس درخت کی طرح ہے جو خراب زمین سے پیدا ہوئی ہو، اس پر نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غضب ناک ہوگئے اور فرمایا:

بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو پیدا فرمایا، پھر انھیں دو گروہوں میں بانٹ دیا، تو مجھے ان میں سے بہتر میں رکھا، پھر انھیں قبیلوں میں تقسیم کیا تو مجھے بہتر قبیلے میں رکھا، پھر انھیں گھر کے اعتبار سے بانٹا تو مجھے سب سے بہترین گھر میں پیدا کیا، پھر نبی پاک نے

---

(۱) الخصائص الکبریٰ للسیوطی : ۱/ ٦٧

(۲) ذخائر العقبیٰ : ۱/ ١٤

ﷺ فرمایا: میں قبیلے اور گھر کے اعتبار سے تم میں بہتر ہوں۔ (۱)

حدیث: (۱۲) ابن منذر نے ابن جریج سے سند صحیح کے ساتھ تخریج فرمائی کہ ابن جریج نے فرمایا:

آزر، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد نہیں، بلکہ ان کے والد تیرخ یا تاریخ بن شاروخ بن فاخور بن فالخ ہیں، نیز فرمایا: عربوں کے یہاں "أب" کا" عم "پر اطلاق عام طور پر شائع وذائع ہے۔ جیسا کہ اللہ رب العزت نے فرمایا:

"اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِيْ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَ اِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ "(۲)

ترجمہ: "بلکہ کیا تم بذات خود اس وقت موجود تھے جب یعقوب نے بوقت نزع اپنے بیٹوں سے فرمایا: "میرے بعد کس کی پوجا کروگے؟ بولے: ہم پوجیں گے اسے جو خدا ہے آپ کا اور آپ کے آباواجداد یعنی ابراہیم واسمٰعیل واسحاق کا"۔

حدیث: (۱۳) ابن ابی حاتم اور ابن ابی منذر نے حضرت مجاہد سے مختلف طرق سے روایت کیا جن میں سے بعض صحیح ہیں کہ آزر، حضرت ابراہیم کا باپ نہیں۔ (۳)

خلاصہ: امام سیوطی نے فرمایا:

جتنی حدیثیں پیش کی گئیں ان میں سے اکثر حدیثیں لفظا اور ساری حدیثیں معنیً اس کی صراحت کررہی ہیں کہ حضرت آدم و حوا تک نبی پاک ﷺ کے تمام آباوامہات شرک وکفر کی آلودگی سے پاک ہیں، ان میں سے کوئی بھی کافر نہیں؛ کیوں کہ کافر کے حق میں یہ نہیں کہا جاتا کہ وہ مختار ہے، طاہر ہے، برگزیدہ ہے، بلکہ کہا جاتا ہے کہ وہ نجس ہے، جیسا کہ اللہ رب العزت نے فرمایا:

"اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ "(مشرک نرے ناپاک ہیں)۔

اس لیے ضروری ہے کہ آپ کے اجداد میں کوئی بھی مشرک نہ ہو، لہذا آپ ہمیشہ

---

(۱) المستدرك للحاكم : ۳/ ۷۵، حدیث نمبر: ۵۰۷۷

(۲) البقرة ،۲، آیت: ۱۳۳

(۳) تفسیر ابن أبی حاتم : ٤/ ۱۳۲۵

اصلاب طاہرہ سے ارحام طاہرہ کی جانب منتقل ہوتے رہے، اور آپ کا نور ایک ساجد سے دوسرے ساجد کی طرف منتقل ہوتا رہا، جیسا کہ باری تعالیٰ نے فرمایا:

"الَّذِیْ یَرٰىكَ حِیْنَ تَقُوْمُ وَ تَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیْنَ"(۱)

ترجمہ: "جو تمھیں دیکھتا ہے جب آپ کھڑے ہوتے ہیں (اور دیکھتا رہتا ہے جب) آپ چکر لگاتے ہیں سجدہ کرنے والوں میں"۔

پس آیت کا مدلول یہ ہے کہ آپ کے تمام آبا مسلمان تھے اور اس طرح قطعی طور پر ثابت ہو گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کافر نہ تھے اور یہ یعنی آزر آپ کا چچا تھا۔

ابن حجر مکی نے فرمایا:

ساری حدیثیں لفظاً اور معنیً دونوں طرح سے صراحت کر رہی ہیں کہ حضرت آدم تک آپ کے آبا و امہات، مختار و کریم تھے اور آپ کی امہات، طاہرہ تھیں؛ کیوں کہ کافر کے حق میں مختار، کریم اور طاہر نہیں کہا جاتا ہے بلکہ نجس کہا جاتا ہے۔

اس طرح اللہ تعالیٰ نے صلبوں، رحموں، بچپن، نوعمری اور کہولت میں اپنے رسول کی حفاظت فرمائی اور انھیں پاکیزہ رکھا، یہاں تک کہ ان کی نبوت کو ظاہر فرما کر انھیں مقدس بنایا، انھیں قربت سے مشرف فرمایا، اپنی رحمت سے انھیں ڈھانپ لیا اور اپنے جلووں سے انھیں بزرگ فرمایا۔ اللہ کی رحمتیں نازل ہوں ان پر اور ان کی آل، ازواج اور ان کے تمام اصحاب پر۔

حدیث مسلم پر بحث: پس اگر اعتراض کیا جائے کہ اس حدیث کا کیا جواب ہوگا جسے امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے بارگاہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میرا باپ آخرت میں کہاں ہوگا؟ تو آقا کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جہنم میں" جب وہ شخص جانے لگا تو رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو بلایا اور فرمایا: میرے اور تمھارے باپ دونوں جہنم میں ہوں گے۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب یہ دیا کہ ان الفاظ " إن أبي و أباك في النار

---

(۱) الشعراء: ۲۶، آیت: ۲۱۹

"کے ساتھ ذکر کرنے پر راویوں کا اتفاق ہی نہیں۔ اس کا ذکر صرف حماد بن سلمہ نے " عن ثابت عن انس "کیا ہے اور اسی سند سے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔[۱]

اور اسی کے بالمقابل معمر نے ثابت سے روایت کی ہے تو انھوں نے "إن أبي و أباك في النار" کا ذکر نہیں کیا، البتہ انھوں نے یہ کلمات ذکر کیے: "إ ذا مررت بقبر كافر فبشره بالنار"۔ مطلب یہ ہے کہ نبی پاک ﷺ اس آدمی کو یہ خبر دینا چاہ رہے تھے کفر کی وجہ سے صرف اسی کا باپ جہنم میں نہیں ہے بلکہ اس جیسے بے شمار لوگ جہنم میں ہیں جنھوں نے کفر کیا ۔اور یہ معلوم ہے کہ " کفر "کا معنی ہوتا ہے "چھپانا" پس شرع میں کافر وہ شخص ہے جو حق کی روشنی ظاہر ہونے کے بعد بھی اسے مخفی رکھے بایں طور کہ کبر و عناد یا خواہشات کی اتباع میں اس کا انکار کر دے اور اسے جھٹلا دے۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

ان کلمات یعنی "إذا مررت بقبر كافر فبشره بالنار" میں اس پر کوئی دلالت نہیں کہ آپ ﷺ کے والد جہنم میں ہیں؛ اس لیے کہ آپ نے اس میں اپنے والد کا بالکل ذکر ہی نہیں کیا۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے مزید فرمایا:

یہ لفظ "من حيث الرواية" بھی ثابت ہے، اس لیے کہ معمر، حماد سے زیادہ ثقہ ہیں؛ کیوں کہ حماد کی قوت حفظ کے بارے میں کلام کیا گیا ہے اور ان سے منکر حدیثیں بھی مروی ہیں، محدثین کرام نے بیان کیا ہے کہ ان کے سوتیلے بیٹے نے ان کی کتابوں میں منکر حدیثیں درج کر دیں اور چوں کہ ان کا حافظہ قوی نہ تھا، اس لیے انھوں نے وہ منکر حدیثیں بھی ذکر کر دیں، اسی وجہ سے امام بخاری نے ان سے کچھ بھی تخریج نہیں کیا اور نہ ہی امام مسلم نے ان سے اصول میں تخریج کیا سوائے اس کے جو انھوں نے ثابت سے روایت کیا ہے۔[۲]

حاکم نے مدخل میں بیان کیا ہے کہ امام مسلم نے اصول میں حماد سے کچھ بھی تخریج نہیں

---

(۱)مسالك الحنفا في والدى المصطفىٰ للسيوطى: ۷۷
(۲)مسالك الحنفا في والدى المصطفىٰ للسيوطى: ۷۸

کیا سوائے اس حدیث کے جو حضرت ثابت سے مروی ہے۔شواہد میں ایک جماعت سے انھوں نے تخریج کی ہے۔رہے معمر توان کی قوت حفظ کے بارے میں کوئی کلام نہیں کیا اور نہ ہی ان کی کسی حدیث کو منکر کہا۔اور شیخین (امام بخاری ومسلم دونوں)نے ان سے تخریج کیا ہے اور ان سے روایت بھی کی ہے،اس لیے ان کے الفاظ زیادہ معتبر اور صحیح ہیں۔ (۱)

امام حاکم فرماتے ہیں:

پھر ہم نے سعد بن ابی وقاص کی روایت کردہ حدیث اسی طرح پائی جیسے معمر نے ”عن ثابت عن انس“روایت کی ہے،چناں چہ بزار،طبری اور بیہقی نے اس کی تخریج ”ابراھیم بن سعدعن زھری عن عامر بن سعد بن ابی وقاص عن ابیہ“کی سند سے اس طرح کی ہے کہ ایک اعرابی نے بارگاہ رسول ﷺ میں عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے باپ کہاں ہیں ؟توآقا نے جواب دیا: جہنم میں،اس پر اس اعرابی نے کہا: اور آپ کے والد کہاں ہیں ؟آقا نے فرمایا: جب تم کسی کافر کی قبر کے پاس سے گزرو تو اسے جہنم کی بشارت دو۔ (۲)

حاکم فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند شیخین کے شرط کے مطابق ہے،لہذا اس کے الفاظ قابل اعتماد اور راجح ہیں۔ (۳)

اس حدیث میں اس پر کوئی دلالت نہیں کہ آپ ﷺ کے والد جہنم میں ہیں؛کیوں کہ نبی کریم ﷺ نے اس سے یہ نہیں فرمایا کہ میرے اور تمھارے باپ جہنمی ہیں بلکہ آپ نے اس کو خبر دی کہ تمھارے باپ جیسے بہت سے کافر ہیں جو نبی پاک ﷺ کے لائے ہوئے دین حق کے ظاہر ہونے کے بعد بھی اس کے منکر ہوئے توا گر تم ان میں سے کسی کافر کی قبر کے پاس سے گزرو تو اسے جہنم کی خوش خبری سناؤ۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

معلوم ہوا کہ پہلی عبارت یعنی ”إن أبي و أباك في النار“راوی کا تصرف ہے جسے

---

(۱)مسالك الحنفا في والدي المصطفیٰ للسیوطی: ۷۸

(۲)مسالك الحنفا في والدي المصطفیٰ للسیوطی:۷۸

(۳)مسالك الحنفا في والدي المصطفیٰ للسیوطی: ۷۸

اس نے اپنے فہم کے اعتبار سے معنیً روایت کیا ہے۔[۱] یعنی راوی نے نبی رحمت ﷺ کے ارشاد "حیثما مررت بقبر کافر فبشره بالنار" سے سمجھا کہ آپ کے باپ بھی جہنمی ہیں۔ یہ راوی کا وہم ہے جو سوءِ فہم کی وجہ سے پیدا ہوا تو جو اس نے سمجھا اسے معناً بیان کر دیا۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:

صحیحین میں اس طرح کی بے شمار روایتیں آئی ہیں جن میں کسی ایک راوی نے تو تصرف کیا ہے جب کہ دوسرے راوی نے اسے ثابت رکھا ہے، جیسے وہ حدیث جسے امام مسلم نے بسملہ خوانی کی نفی میں حضرت انس سے روایت کیا ہے امام شافعی فرماتے ہیں:

بے شک جو حدیث دوسری سند سے مروی ہے وہ حالت نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنے والے سے بسملہ سننے کی نفی کرتی ہے اس سے راوی نے بسملہ خوانی ہی کی نفی سمجھ لیا۔ پھر اپنی فہم کے مطابق بالمعنیٰ روایت کیا تو خطا کر بیٹھا۔[۲]

امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

ہم نے اس مقام پر راوی کے قول " إن أبي و أباك في النار" کے متعلق امام مسلم کی حدیث کا جواب اسی طرح دیا جیسے امام شافعی رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کا جواب دیا ہے جو بسملہ خوانی کی نفی کے سلسلے میں امام مسلم سے مروی ہے۔[۳]

اور امام جلال الدین سیوطی نے متعدّد طرق سے بے شمار حدیثیں ذکر کی ہیں جن میں ابن ماجہ اور حاکم وغیرہ کی مرویات اور حاکم کی تصحیح کردہ حدیثیں ہیں ان میں سے کسی میں بھی یہ عبارت " إن أبي و أباك في النار" نہیں ہے

عبداللہ کہتے ہیں:

اے میرے عقل مند بھائی! (اللہ تمھاری حفاظت فرمائے) غور کرو کیا اس روایت کو لوگے جسے حماد نے تنہا روایت کیا ہے اور بقیہ روایات کو چھوڑ دوگے۔ حالاں کہ حق اتباع کا زیادہ حق

(۱) مسالك الحنفا في والدى المصطفىٰ للسيوطى: ۷۹

(۲) مسالك الحنفا في والدى المصطفى للسيوطى: ۷۹

(۳) مسالك الحنفا في والدى المصطفىٰ للسيوطى: ۷۹

دار ہے اور جماعت کی روایت ہی لائق اعتبار ہے اور اللہ کی رحمت جماعت کے ساتھ ہے۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

اگر پہلی عبارت یعنی" إن أبي و أباك في النار" پر اتفاق رواۃ فرض بھی کرلیا جائے تو یہ گزشتہ دلائل کے معارض ہوگی۔[۱]

یعنی وہ دلائل قرآنیہ اور احادیث نبویہ جن کا مدلول یہ ہے کہ اہل فترۃ اور جنھیں دعوت نہیں پہنچی وہ نجات یافتہ ہیں، انھیں عذاب نہیں دیا جائے گا۔ جیسا کہ اللہ رب العزت کے اس ارشاد "وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا"[۲] "اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک کہ ہم رسول نہ بھیج لیں" اور دیگر آیات مذکورہ سے صراحتا ثابت ہے۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جب دوسری دلیلیں حدیث صحیح کے معارض ہوں جو اس سے ارجح واقوی ہوں تو اس کی تاویل واجب ہوتی ہے۔[۳]

عبد اللہ کہتے ہیں: یہ اس وقت ہوگا جب کہ اس کی صحت پر اتفاق ہو تو ایسی صورت میں اس کا ظاہری معنی مراد نہیں ہوگا اور تعارض کو دفع کرنے کے لیے اس کی تاویل کی جائے گی۔ البتہ وہ حدیث جس میں ہم کلام کر رہے ہیں اور جس میں "إن أبي و أباك في النار" ہے تو وہ متکلّم فیہ یعنی حماد کی روایت ہے اور اس لفظ کی صحت پر اتفاق بھی نہیں۔

دوسری فصل: اجداد کے ایمان کا بیان

ماقبل میں مذکور احادیث کریمہ اس پر دلالت کر رہی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تمام اصول حضرت آدم سے لے کر آپ کے والد حضرت عبد اللہ تک سبھی اپنے زمانے میں افضل اور بہتر رہے ہیں جس طرح بے شمار احادیث کریمہ اس باب میں بھی وارد ہیں کہ روے زمین پر ہر عہد میں یعنی حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے تک

(۱)مسالك الحنفا في والدى المصطفىٰ للسيوطي: ۸۰
(۲)بنی اسرائیل ،۱۷ آیت:۱۵
(۳)مسالك الحنفا في والدى المصطفىٰ للسيوطي: ۸۰

ایسے لوگ رہے ہیں جو دین فطرت پر رہ کر اللہ رب العزت کی بندگی کرتے اور اس کی وحدانیت کا اقرار کرتے تھے یہی سلسلہ قیامت تک رہے گا۔انھیں کی وجہ سے زمین محفوظ رہی اگر یہ نہ ہوتے تو زمین اور اس کے باشندے سب کے سب ہلاک ہوجاتے۔مذکورہ بالا تمام احادیث کریمہ اس پر دلالت کر رہی ہیں کہ نبی پاک ﷺ کے اصول مشرک نہ تھے۔ورنہ آپ کے تمام اصول کا اہل زمانہ سے افضل ہونا صحیح نہ ہوگا؛کیوں کہ مشرک کسی بھی حال میں مسلم سے بہتر نہیں ہوسکتا۔

اس قسم کی بے شمار حدیثیں ہیں جو اس پر دلالت کرتی ہیں کہ روے زمین پر ہر زمانے میں مسلمان رہے ہیں۔انھیں میں سے وہ حدیث بھی ہے جسے عبد الرزاق نے ابن جریج سے اپنی مصنف میں ایسی سند کے ساتھ ذکر کیا جو شیخین کی شرط کے مطابق ہے، وہ کہتے ہیں کہ ابن مسیب نے کہا کہ حضرت علی بن ابی طالب نے فرمایا:

روے زمین پر ہر دور میں سات یا اس سے زائد مسلمان رہے ہیں۔اگر یہ نہ ہوتے تو زمین اور اس کے باشندے سب ہلاک ہوجاتے۔[۱] اور چوں کہ اس طرح کی بات رائے سے نہیں کہی جاتی ہے اس لیے یہ مرفوع کے حکم میں ہے۔(یعنی ضرور، راوی نے سرکار ﷺ سے سن کر ہی فرمایا ہے)

پھر امام سیوطی نے ایسی حدیثیں پیش کیں جن کے مجموعے سے مستفاد ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اجداد حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے نمرود کے زمانے تک یقینی طور پر مومن تھے۔امام سیوطی فرماتے ہیں: پھر حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کی اولاد ہمیشہ توحید پرست رہی۔

شہرستانی "ملل ونحل" میں فرماتے ہیں: اہل عرب ملت ابراہیمی پر قائم تھے، ان کے یہاں ملت ابراہیمی عام تھی۔اور سب سے پہلے جس شخص نے اسے بدلا اور بت پرستی اختیار کی وہ "عمرو بن لحی" ہے۔[۲]

---

(۱)مصنف عبد الرزاق : ٥/٩٦، حدیث نمبر : ۹۰۹۹

(۲)الملل والنحل، ج:۳، ص: ۷۷

ابن کثیر اپنی تاریخ میں فرماتے ہیں: اہل عرب ملت ابراہیمی کے متبع تھے یہاں تک کہ جب عمرو بن عامر خزاعی مکہ کا والی ہوا تو اسی نے بت پرستی ایجاد کی، اہل عرب کے لیے طرح طرح کی گمراہیوں کو رواج دیا مثلاً بتوں کے نام پر جانور وغیرہ کا چھوڑنا اور اس کی خوب تشہیر بھی کیا۔ [1]

سہیلی نے "الروض الانف" میں فرمایا: اہل عرب عمرو بن لحی کے تابع فرمان تھے، وہ جو بھی بدعت ان کے لیے ایجاد کرتا وہ اسے اختیار کر لیتے؛ کیوں کہ وہ لوگوں کو کھلاتا اور موسم میں کپڑے وغیرہ بھی پہناتا تھا۔ [2]

امام سیوطی نے فرمایا: اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے آبا حضرت ابراہیم کے زمانے سے عمرو بن لحی کے زمانے تک سب مومن تھے؛ اس لیے کہ شریعت ابراہیمی میں تبدیل و تحریف داخل نہیں ہوا تھا۔ یہ سب تو عمرو بن لحی خزاعی کے زمانے میں ہوا۔

پھر امام سیوطی نے حضرت عبد اللہ بن عباس اور امام طبری سے کچھ روایات کی تخریج فرمائی اور ابن سعد نے "طبقات" میں، سہیلی نے "روض الانف" میں اور وکیع نے "اخبار" کے "کتاب الغرر" میں جن کا حاصل یہ ہے کہ عدنان، ان کے ساتھ مضر، الیاس، کعب بن لوی، ان کا لڑکا مرہ، ان کے علاوہ دیگر اہل عرب مثلاً ربیعہ، خزیمہ، اسد، تمیم، ضبہ اور قیس سب کے سب مومن تھے۔

ماوردی سے "اعلام النبوۃ" میں اور ابو نعیم سے "دلائل النبوۃ" میں منقول ہے کہ کعب بن لوی قریش سے یوم عروبہ یعنی یوم جمعہ کو بیان کرتے اور انھیں بتاتے کہ نبی ﷺ مبعوث ہوں گے اور وہ انھیں کی اولاد سے ہوں گے، انھیں ان کی اتباع اور ان پر ایمان لانے کا حکم دیتے اور نبی پاک ﷺ کے آبا میں مرہ کے بعد کلاب، قصی، عبد مناف، ہاشم، عبد المطلب اور آپ کے والد حضرت عبد اللہ گزرے ہیں۔ اور ہم نے اولاد اسماعیل کے لیے حضرت ابراہیم کی جن دعاؤں کو ذکر کیا مثلاً "وَّاجۡنُبۡنِیۡ وَبَنِیَّ اَنۡ نَّعۡبُدَ الۡاَصۡنَامَ" "رَبِّ اجۡعَلۡنِیۡ مُقِیۡمَ الصَّلٰوۃِ وَمِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ" "وَ جَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِیۡ عَقِبِهٖ" اس پر دال

---

(۱) تاریخ ابن کثیر
(۲) الروض الانف، ج:۱، ص:۱۶۶

ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بعض اولاد دولت ایمان سے بہرہ ور رہیں اور یہی حضور کے برگزیدہ آباو اجداد ہیں اور انھیں سے یکے بعد دیگرے نور نبوت منتقل ہوتا رہا، اس لیے گزشتہ آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا سے انھیں مراد لینا زیادہ بہتر ہے۔

ابوالحسن ماوردی اپنی کتاب ''اعلام النبوۃ'' میں فرماتے ہیں:

بے شک اللہ رب العزت نے اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پاکیزہ نکاح کے ذریعہ چنا اور فاحشہ عورتوں کی ناپاکیوں سے آپ کی حفاظت فرمائی۔ آپ کو پاکیزہ اصلاب سے طیب وطاہر ارحام میں منتقل فرمایا۔ (اور یہ واضح ہے کہ زنا کی خباثت سے کفر کی خباثت ونجاست بڑھی ہوئی ہے۔ م)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما باری تعالیٰ کے اس ارشاد ''وَ تَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ'' (الشعراء:۲۶) کی تاویل میں فرماتے ہیں: یعنی یکے بعد دیگرے ایک باپ سے دوسرے باپ کے پاکیزہ اصلاب میں آپ کے دورے کو ملاحظہ فرماتا ہے حتیٰ کہ آپ کو نبوت کے عظیم منصب پر فائز فرمایا۔ تو نور نبوت آپ کے اصول (آباواجداد) کے اصلاب وارحام میں طیب وطاہر رہا۔ تاکہ آپ عالی نسب ہوں اور باری تعالیٰ آپ کو خاتم النبیین اور یکتائے روزگار بنائے پس آپ کا کوئی شریک وسہیم نہ ہوا۔ اور اسی لیے آپ کے والدین آپ کے بچپنے میں انتقال کر گئے۔ آپ کے والد کا انتقال اس وقت ہوا جب آپ شکم مادر میں تھے اور جب آپ کی عمر شریف چھ سال کی ہوئی تو آپ کی والدہ بھی چل بسیں۔ اور جب آپ کی والدہ کو معلوم ہوا کہ آپ عالی نسب ہیں اور آپ کی ولادت طیب وطاہر اصول سے ہوئی ہے تو انھوں نے یقین کر لیا کہ آپ شریف النسل والنسب کا نطفہ ہیں۔ آپ کے اصول میں کوئی بھی رذیل وگمنام نہیں بلکہ سب کے سب قائد ورہنما، عالی نسب اور پاک ولادت والے ہیں۔

تیسری فصل: ایمان عبدالمطلب کا بیان

اکثر حضرات عبدالمطلب کے کفر پر ایسی دلیلیں پیش کرتے ہیں جن میں دلیل بننے کی صلاحیت ہی نہیں اور وہ ہماری پیش کردہ دلیلوں کے معارض بھی ہیں مثلا نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصول کا مسلمان ہونا اور نور نبوت کا ایک صلب سے دوسرے صلب کی جانب منتقل ہونا۔

شہرستانی نے "ملل ونحل" میں فرمایا:

حضرت عبدالمطلب کی پیشانی میں نور نبی ﷺ کے کچھ آثار نمودار ہوئے، اسی نور کی برکت سے وہ اپنی اولاد کوظلم و زیادتی کے ترک کرنے کا حکم دیتے، انھیں مکارم اخلاق پر ابھارتے اور خسیس معاملات سے روکتے، اسی نور کی برکت سے اپنی وصیتوں میں کہا کرتے کہ کوئی بھی ظالم دنیا سے اس وقت تک نہیں جاتا جب تک کہ اپنے ظلم کا بدلا نہ پالے۔ یہاں تک کہ ایک ظالم و جابر شخص کا انتقال ہوا اور وہ اپنے ظلم و زیادتی کا بدلا نہ پاسکا تو اس حوالے سے حضرت عبدالمطلب سے کہا گیا، انھوں نے غور وفکر کیا اور کہا: اس گھر (دنیا) کے بعد ایک ایسا گھر (آخرت) ہے جہاں نیکوکاروں کو ان کی نیکی اور بدکاروں کو ان کی برائی کا بدلا دیا جائے گا۔

اسی نور کی برکت سے عبدالمطلب نے ابرہہ بادشاہ سے کہا: بے شک اس گھر کا ایک رب ہے جو اس کی حفاظت فرمائے گا۔ اسی نور کی برکت سے جبل ابو قبیس پر چڑھ کر آپ نے کہا:

اے اللہ! آدمی اپنے گھر کی حفاظت کرتا ہے تو بھی اپنے گھر (خانہ کعبہ) کی حفاظت کر

ابرہہ اور اس کے لشکر کی طاقت و قوت تیری طاقت پر ہرگز غالب نہ آئے۔ اور صلیبیوں اور اس کے پرستاروں پر آج اپنے بندگان کو غلبہ عطا کر۔

امام سیوطی فرماتے ہیں: حنین کے دن نبی اکرم ﷺ نے خود کو انھیں کی جانب منسوب کیا اور فرمایا: میں سچا نبی ہوں۔ میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔

یہ سب سے قوی دلیل ہے جس سے اس بات کی تقویت ہوتی ہے کہ وہ ملت ابراہیمی پر تھے؛ اس لیے کہ کافر آباو اجداد کی طرف نسبت کرکے فخر کرنے سے روکا گیا ہے۔

امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

زمانہ جاہلیت میں مرچکے اپنے کافر آباو اجداد پر فخر نہ کرو۔ اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے منہ کے بل گھسٹنے والا گبریلا جانور تمھارے کافر پرکھوں سے بہتر ہے۔

نیز امام بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا وہ نبی پاک ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آقا کریم ﷺ نے فرمایا:

یقیناً اللہ رب العزت نے تمھیں زمانہ جاہلیت کے نقص اور تفاخر اجداد سے پاک کردیا ہے

، تو کچھ لوگ ان کافر پر کھوں پر بے انتہا فخر کریں گے جو جہنم کی راکھ ہیں یا اللہ کے نزدیک گبریلے نامی ان جانوروں سے بھی زیادہ ذلیل و خوار ہیں جو اپنی ناکوں سے گندگی اٹھاتے ہیں۔ (۱)

امام بیہقی نے "شعب الایمان" میں امام مسلم کی یہ حدیث نقل کی ہے:

یقینا میری امت میں ایام جاہلیت کی چار چیزیں موجود رہیں گی، وہ اسے چھوڑیں گے نہیں، جن میں سے ایک حسب و نسب پر فخر کرنا ہے اور نبی کریم ﷺ کا اپنے آباواجداد کے چنندہ و برگزیدہ ہونے کی طرف اشارہ کرنا باب فخر سے نہیں ہے، بلکہ یہ تو محض تحدیث نعمت ہے۔ (۲)

بزار کی حدیث جسے ہم نے ماسبق میں پیش کیا اس میں آقا کریم ﷺ فرماتے ہیں:

اس قوم کا کیا حال ہوگا جو میرے اصل کی تحقیر کرتے ہیں، یقینا میں اصل اور مرتبے کے اعتبار سے ان سے بہتر ہوں۔

اور جن آحادیث میں یہ ہے کہ "جب بھی لوگ دو گروہ میں بٹے تو اللہ نے مجھے ان کے بہتر میں بنایا" اس سے آپ کے اصول کی شرک سے سلامتی پر دلالت تمام ہو جاتی ہے۔

اور "صحیح" میں جو ابوطالب کا قول وارد ہے کہ میں عبدالمطلب کی ملت پر مروں گا، (۳) اس میں اس پر کوئی دلالت نہیں کہ عبدالمطلب کی وفات شرک پر ہوئی یا ان میں سے کسی نے بت پرستی کی۔

چوتھی فصل: آپ کی امہات کا ایمان

آپ ﷺ کے اجداد اور ان کی شرک سے سلامتی کا ذکر کرنے کے بعد ہم آپ کی امہات، ان کی شرک سے سلامتی اور زنا سے پاکیزگی کا ذکر شروع کرتے ہیں۔ امام سیوطی اپنی کتاب "حاوی" میں فرماتے ہیں:

میں نے انبیاے کرام کی امہات کے احوال کی معرفت کے لیے تتبع و تلاش کیا تو انھیں

---

(۱) نظم الدرر، سورة الحجرات، ج:۷، ص:۲۳۷.

(۲) شعب الایمان، ج:۷، ص:۱۳۵، مکتبة الرشد، الریاض.

(۳) مسند بزار

مومنہ پایاتو حضرت اسحاق، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ اور شیث کی ماں حوا،ان سب کا تذکرہ قرآن پاک میں موجود ہے بلکہ ان کی نبوت کاقول کیاگیاہے۔

اسی طرح بعض مفسرین نے اس پر نص فرمائی کہ حضرت نوح وابراہیم علیہما السلام کی والدہ مومنہ تھیں۔ابوحیان نے اپنی تفسیر میں اس کوراجح قرار دیاہے اور حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت گزرچکی کہ حضرت نوح سے لے کر حضرت آدم علیہ السلام تک کسی کے بھی والد کافر نہ تھے۔اسی لیے توحضرت نوح نے بارگاہ رب العزت میں عرض کیا:"اے میرے رب! مجھے اور میرے ماں باپ کوبخش دے اوراسے بھی جوایمان کے ساتھ میرے گھرمیں ہے"۔اور حضرت ابراہیم نے عرض کیا:"اے ہمارے رب! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کواور سب مسلمانوں کوجس دن حساب قائم ہوگا"۔اور قرآن پاک میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کوصرف اپنے والد کے لیے استغفار سے منع کیاگیاہے جب کہ آپ کی والدہ کے متعلق منع وارد نہیں ہوئی جس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ مومنہ تھیں۔اور مذکورہ احادیث کریمہ اس پرواضح دلیل ہیں کہ جس آزر کے لیے انھوں نے استغفار کیاتھاوہ آپ کاپچاتھا۔

ایسے ہی نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی والدہ ہیں، اور شاید اس کا راز وہ نور ہے جسے وہ دیکھ رہی تھیں۔جیساکہ احمد، بزار، طبرانی، حاکم اور بیہقی کی حدیثوں میں وارد ہے وہ عرباض بن ساریہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"میں اللہ کے نزدیک اسی وقت خاتم النبیین متعیّن تھا جب کہ حضرت آدم کے پتلے کا خمیر تیار ہورہاتھا، میں تمھیں ابتداے حال کی خبر دیتا ہوں، میں دعاے ابراہیمی اور بشارت عیسیٰ ہوں، میں اس خواب کی تعبیر ہوں جسے میری والدہ نے دیکھاتھا،اسی طرح دیگر انبیاے کرام کی مائیں دیکھتی تھیں"۔

یقینارسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی والدہ نے آپ کی ولادت کے وقت ایک چمکتانور دیکھاجس کی وجہ سے شام کے محلات روشن ہوگئے، بلاشبہہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی والدہ نے حالت حمل اور بوقت ولادت جو نشانیاں دیکھیں وہ دیگر انبیاے کرام کی ماؤں سے زیادہ اور عظیم ہیں۔جیساکہ سیرت کی کتابوں میں مذکور ہے۔

آپ کے والدین کریمین کا نجات یافتہ اور اہل فترۃ سے ہونا

اہل فترۃ نجات یافتہ ہیں، اہل فترۃ سے مراد وہ لوگ ہیں جو دو رسولوں کے درمیانی زمانے میں موجود ہوں بایں صورت کہ نہ تو پہلا رسول ان کی جانب بھیجا گیا ہو اور نہ ہی ان لوگوں نے دوسرے رسول کی رسالت کا زمانہ پایا ہو۔ ایک قول یہ ہے کہ اہل فترۃ سے مراد ہر وہ شخص ہے جس نے کسی بھی رسول کی رسالت کا زمانہ نہ پایا ہو، چاہے وہ رسول اس کی جانب بھیجا گیا ہو یا نہ بھیجا گیا ہو، لیکن اکثر حضرات پہلے ہی کے قائل ہیں۔ اور یہ معلوم ہے کہ فترۃ والے متعدّد ہیں، لیکن جب فترۃ کا اطلاق ہوتا ہے تو اس سے مراد سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور سیدنا محمد ﷺ کے درمیان کا زمانہ ہوتا ہے۔ اللہ رب العزت نے فرمایا:

”يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ.“(۱)

ترجمہ: ”اے کتاب والو! بے شک تمھارے پاس ہمارے یہ رسول تشریف لائے کہ تم پر ہمارے احکام ظاہر فرماتے ہیں بعد اس کے کہ رسولوں کا آنا مدتوں بند تھا کہ تم کہو ہمارے پاس کوئی خوشی اور ڈر سنانے والا نہ آیا تو یہ خوشی اور ڈر سنانے والے تمھارے پاس تشریف

(۱) المائدۃ، ۵، آیت: ۱۹

لائے ہیں اور اللہ ہر شی پر قادر ہے"۔

اور اس فترۃ کی مدت چھ سو سال ہے، ایک قول یہ ہے کہ پانچ سو ساٹھ ہے، ایک قول پانچ سو چالیس سال کا بھی ہے۔

"فَتْرَۃٌ" لغت میں "فعلة" کے وزن پر ہے، فترۃ کا مادہ، انقطاع اور سکون عن العمل پر دلالت کرتا ہے۔ یہاں پر اس سے مراد، دو رسولوں کے مابین کا انقطاع ہے۔

اور جمہور علما اہل فترۃ کی نجات کے قائل ہیں کہ انھیں عذاب نہیں دیا جائے گا؛ کیوں کہ انھیں کسی نبی کی دعوت نہیں پہنچی اور نہ ہی ان پر حجت قائم ہوئی۔ ائمہ شافعیہ نے فقہ میں اور اشاعرہ نے اصول میں اسی کو اختیار کیا ہے۔ اور امام شافعی نے "الام" اور "المختصر" میں اسی کی صراحت فرمائی ہے، تمام اصحاب نے بھی یہی قول کیا ہے اور ان میں سے کسی نے بھی مخالفت کر کے علیحدگی اختیار نہیں کی۔ جیسا کہ محققین علما نے ان سے نقل کیا ہے، اور اہل فترۃ کے نجات یافتہ ہونے پر بے شمار دلائل ہیں، جن میں سے چند درج ذیل ہیں۔

پہلی دلیل: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا"(۱)

ترجمہ: "اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج لیں"۔

امام سیوطی فرماتے ہیں:

ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں اس آیت کے تحت حضرت ابو سعید خدری سے سند حسن کے ساتھ تخریج فرمائی وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "فترۃ میں ہلاک ہونے والا کہے گا: اے ہمارے رب! میرے پاس نہ تو کوئی کتاب آئی اور نہ ہی کوئی رسول"۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی: "لَوْ لَا اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى"(۲)

ترجمہ: "اے ہمارے رب! تو نے کیوں نہ بھیجا ہماری طرف کوئی رسول کہ ہم تیری

---

(۱) بنی اسرائیل، ۱۷، آیت: ۱۵.

(۲) طٰہٰ: ۲۰، آیت: ۱۳۴.

آیتوں کی پیروی کرتے اور ایمان لاتے"۔

ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے اس آیت کے تحت اپنی تفسیر میں حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں:

"یقیناً اللہ رب العزت کسی کو اس وقت تک عذاب نہیں دے گا جب تک کہ اس کے پاس اس کی طرف سے کوئی خبر یا دلیل نہ آجائے یعنی رسول اللہ ﷺ کے واسطے سے"۔

تو باری تعالیٰ نے خبر دی کہ کسی کو عذاب نہیں دے گا جب تک کہ کوئی رسول نہ بھیجے جو حق کی جانب رہنمائی کرے، گمراہی سے روکے، دلائل پیش کرے، حجت قائم کرے، شریعت مطہرہ کو پھیلائے۔اسی سے بندوں پر اللہ رب العزت کی حجت قائم ہوجائے گی۔ سرکشوں کے لیے کوئی عذر باقی نہ رہ جائے گا۔

ارشاد باری ہے:"رُسُلًا مُّبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ لِئَلَّا یَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَكِیْمًا"[1]

ترجمہ:"رسول خوش خبری دیتے اور ڈر سناتے کہ رسولوں کے بعد اللہ کے یہاں لوگوں کو کوئی عذر نہ رہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے"۔

پس اگر پروردگار ان تک رسول بھیجنے سے پہلے انھیں عذاب دیتا تو وہ ضرور دعوی کرتے کہ وہ نہیں جانتے تھے۔ جیسا کہ باری تعالیٰ نے اس کی خبر اپنے اس ارشاد سے دی:

" وَلَوْ اَنَّاۤ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْ لَاۤ اَرْسَلْتَ اِلَیْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰیٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى "۔[2]

ترجمہ:"اور اگر ہم انھیں کسی عذاب سے ہلاک کردیتے رسول کے آنے سے پہلے تو ضرور کہتے: اے ہمارے رب! تونے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم تیری آیتوں پر چلتے قبل اس کے کہ ذلیل ورسوا ہوتے"۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

---

(۱)النساء:٤،آیت : ١٦٥ .

(۲)طٰہٰ:٢٠، آیت : ١٣٤ .

"وَلَوْلَآ اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ"(۱)

ترجمہ: "اور اگر نہ ہوتا کہ کبھی پہنچتی انھیں کوئی مصیبت اس کے سبب جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا تو کہتے: اے ہمارے رب! تونے کیوں نہ بھیجا ہماری طرف کوئی رسول کہ ہم تیری آیتوں کی پیروی کرتے اور ایمان لاتے"۔

نیز فرمایا:

"وَ مَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ ﴿۲۰۸﴾ ذِكْرٰى وَمَا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ"(۲)

ترجمہ: "اور ہم نے کوئی بستی ہلاک نہ کی جسے ڈر سنانے والے نہ ہوں۔ نصیحت کے لیے اور ہم ظلم نہیں کرتے"۔

پس باری تعالیٰ کا ارشاد "وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا"(۳) دنیا اور آخرت کے عذاب کے بارے میں عام ہے تو وہ کسی قوم کو دنیا میں اس وقت تک ہلاک نہیں کرتا اور نہ ہی انھیں آخرت میں عذاب دے گا جب تک ان میں کوئی رسول نہ بھیجے اور جب تک ان پر حجت قائم نہ کردے۔

رہ گیا اس پر دلیل کہ دنیا میں انھیں اسی وقت عذاب دے گا جب ان کے درمیان کوئی رسول بھیج دے تو ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْۤ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰۤى اِلَّا وَ اَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ"(۴)

ترجمہ: اور تمھارا رب شہروں کو ہلاک نہیں کرتا جب تک ان کے اصل مرجع میں رسول نہ بھیجے جو ان پر ہماری آیتیں پڑھے اور ہم شہروں کو ہلاک نہیں کرتے مگر جب کہ

---

(۱) القصص: ۲۸، آیت: ٤٧

(۲) الشعراء: ٢٦، آیت: ٢٠٩.

(۳) بنی اسرائیل، ١٧. آیت: ١٥

(۴) القصص: ٢٨، آیت: ٥٩.

وہاں کے باشندے ستمگر ہوں۔

پہلے باری تعالیٰ ان میں واضح دلائل کے ساتھ کوئی رسول بھیجتا ہے اور ان پر حجت قائم ہوتی ہے، اب اگر کوئی سرکشی کرے تو وہ خود پر ظلم کرنے والا شمار ہوتا ہے؛ کیوں کہ اس نے خود کو عذاب کے لیے پیش کیا۔ اب وہ اپنے عناد اور واضح دلائل سے ظہور حق کے بعد اسے قبول کرنے سے اعراض کی وجہ سے عذاب و ہلاک کے حق دار ہوجاتے ہیں۔ اب باری تعالیٰ انھیں ہلاک کر دیتا ہے؛ کیوں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہوتے ہیں باری تعالیٰ ان پر ظلم نہیں کرتا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ"(۱)

ترجمہ: اور اللہ نے ان پر کچھ ظلم نہ کیا، ہاں! وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّ اَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ"(۲)

ترجمہ: یہ اس لیے کہ تیرا رب بستیوں کو ظلم سے تباہ نہیں کرتا کہ ان کے لوگ بے خبر ہوں۔

تو اللہ رب العزت کسی قوم کو اس کے ظلم کرنے کی وجہ سے ہلاک نہیں فرماتا، جس سے وہ غافل ہوں، بے خبر ہوں اور اس سے روکے بھی نہ گئے ہوں، بلکہ اللہ انھیں رسولوں کے واسطے اور کتابیں نازل کر کے متنبہ فرماتا ہے اور مظالم و محارم سے انھیں خوف دلاتا ہے یہاں تک کہ ان کے لیے جہالت یا غفلت اور عدم علم کے سبب کوئی عذر باقی نہیں رہتا۔

اللہ رب العزت کا ارشاد "وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ" (اور تمھارا رب شہروں کو ہلاک نہیں کرتا جب تک ان کے اصل مرجع میں رسول نہ بھیجے) اس پر دلالت کر رہا ہے کہ اللہ رب العزت رسولوں کو خیر البلاد سے مبعوث فرمائے گا؛ کیوں کہ "أمّ" کا معنی "اصل" اور "مرجع" کے ہوتا ہے، تو اللہ رب العزت، رسول کو "أم القریٰ" میں مبعوث فرماتا ہے یعنی ایسے شہر میں جو تمام شہروں کا مرجع ہو، تاکہ رسول اس مرجع البلاد اور اس کے ارد گرد بسنے والوں تک اللہ کا پیغام پہنچائے۔ عصر حاضر میں "أم

---

(۱)النحل:۱٦، آیت: ۳۳.

(۲)الانعام:٦، آیت: ۱۳۱.

القریٰ“ راجدھانی کو کہا جاتا ہے، تو مجموعی طور پر ہر شہر کی ایک راجدھانی ہوتی ہے جس کی طرف شہری معاملات، انتظامات اور عام مصلحتوں کے حوالے سے رجوع کیا جاتا ہے اور چوں کہ عمومی طور پر تمام مراکز کی اصل مکہ مکرمہ ہے، اس لیے کہ وہاں باری تعالیٰ کا عظمت والا گھر موجود ہے جسے کعبہ معظمہ کہا جاتا ہے۔ اسے زمین پر اسی دن بنادیا گیا جس دن زمین وجود میں آئی، اسی طرح یہ حج، نماز اور دیگر معاملات میں بھی مرجع البلاد ہے تو یہ تمام مراکز کی اصل الاصول ہوئی، اسی لیے باری تعالیٰ کی حکمت نے تقاضا کیا کہ نبی رحمت ﷺ کو اسی ام القریٰ میں بھیجے جن کی رسالت مشرق و مغرب اور شمال و جنوب کے تمام ممالک کو عام ہو، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”وَ كَذٰلِكَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَ مَنْ حَوْلَهَا“۔(۱)

ترجمہ: ”اور یونہی ہم نے تمھاری طرف عربی قرآن وحی بھیجا کہ تم ڈراؤ سب شہروں کی اصل مکہ والوں کو اور جتنے اس کے گرد ہیں“۔

تو باری تعالیٰ کا ارشاد ”ومن حولها“ ہر جہت کے تمام ممالک کو شامل ہے؛ کیوں کہ مکہ مکرمہ، کعبہ معظمہ کی وجہ سے پوری روے زمین کے لیے قلب کی حیثیت رکھتا ہے۔

ہمارا یہ دعویٰ کہ اللہ رب العزت انھیں آخرت میں عذاب اسی وقت دے گا جب کہ رسولان عظام کو واضح دلائل کے ساتھ بھیج دے، آیات قرآنیہ کے ذریعہ ان پر حجت قائم کردے، شبہات کو زائل کردے اور یوم حساب کی یاددہانی کردے تو اس کی دلیل رب قدیر کا یہ فرمان ہے:

”وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَ قَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَاۤ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَ يُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۱﴾ قِيْلَ ادْخُلُوْۤا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۷۲﴾“(۲)

---

(۱) الشوریٰ: ۴۲ آیت: ۷.
(۲) الزمر: ۳۹ آیت: ۷۱، ۷۲.

ترجمہ:"اور کافر جہنم کی طرف گروہ در گروہ ہانکے جائیں گے یہاں تک کہ جب وہاں پہنچیں گے اس کے دروازے کھولے جائیں گے اور اس کے داروغہ ان سے کہیں گے: کیا تمھارے پاس تمھیں میں سے وہ رسول نہ آئے تھے جو تم پر تمھارے رب کی آیتیں پڑھتے تھے اور تمھیں اس دن کی پیشی سے ڈراتے تھے؟ کہیں گے: کیوں نہیں، مگر عذاب کا قول کافروں پر ٹھیک اترا۔ فرمایا جائے گا: جہنم کے دروازوں میں ہمیشہ رہنے کے لیے داخل ہو تو متکبروں کا کیا ہی بُرا ٹھکانا ہے"۔

تو کافروں کے جواب اور ان کے قول "مگر عذاب کا قول کافروں پر ٹھیک اترا" میں غور و فکر کریں تو معلوم ہوگا کہ انھوں نے خود پر دلیل قائم کیے جانے کا اعتراف کر لیا اور اسے بھی تسلیم کیا کہ رسولان عظام نے ان تک پیغام الٰہی کو پہنچا دیا اور ان کے لیے نور حق کو پورے طور پر واضح کیا، اس کے باوجود وہ اندھے ہی بنے رہے اور تکبر و سرکشی کی وجہ سے مقابلہ آرائی کرتے رہے اور کفر کا ارتکاب کیا؛ اس لیے وہ کافر ہو گئے یعنی جو نور حق ان کے سامنے ظاہر ہوا تھا اسے جھٹلا کر اور انکار کر کے چھپا لیا اور کبر و انکار کے حجاب کا سہارا لیا اس لیے وہ کھلم کھلا کافر ہو گئے یعنی حق کو چھپانے والے اور اس کے انکار کرنے والے ہوئے۔ اسی لیے باری تعالیٰ نے فرمایا:

" أُولَٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا "(۱)

"یہی سچے کافر ہیں"۔

اسی کا نتیجہ تھا کہ وہ بولے:" کیوں نہیں، مگر عذاب کا قول کافروں پر ٹھیک اترا"۔ یعنی وہ حق واضح ہونے کے بعد اس کے منکر و ساتر ہوئے، اسی لیے انھوں نے اس کا اعتراف بھی کر لیا کہ وہ مستحق عذاب ہیں۔ ارشاد باری ہے:

"كُلَّمَا اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَاۤ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ ﴿۸﴾ قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ ۙ فَكَذَّبْنَا وَ قُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۖۚ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ ﴿۹﴾"(۲)

ترجمہ:"جب کبھی کوئی گروہ اس میں ڈالا جائے گا اس کے داروغہ ان سے پوچھیں گے:

---

(۱) النساء: ٤، آیت: ١٥١

(۲) الملك: ٦٧، آیت: ٨، ٩.

کیا تمھارے پاس کوئی ڈر سنانے والا نہ آیا تھا؟ کہیں گے: کیوں نہیں، بے شک ہمارے پاس ڈر سنانے والے تشریف لائے پھر ہم نے جھٹلایا اور کہا: اللہ نے کچھ نہیں اتارا۔ تم تو نہیں مگر بڑی گمراہی میں۔"

"وَ قَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِیْۤ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ ﴿۱۰﴾ فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْۚ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِیْرِ ﴿۱۱﴾"[1]

ترجمہ: "اور کہیں گے: اگر ہم سنتے (یعنی ڈر سنانے والے جو احکام لے کر آئے) یا سمجھتے (یعنی ان کی کہی ہوئی بات کو سمجھے ہوتے) تو دوزخ والوں میں نہ ہوتے، اب اپنے گناہ کا اقرار کیا تو پھٹکار ہو دوزخیوں کو، پس اللہ نے ان پر کچھ ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود پر ظلم کرتے تھے"۔

باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَ قَالَ الَّذِیْنَ فِی النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ یُخَفِّفْ عَنَّا یَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ﴿۴۹﴾ قَالُوْۤا اَوَ لَمْ تَكُ تَاْتِیْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَیِّنٰتِ قَالُوْا بَلٰى قَالُوْا فَادْعُوْاۚ وَ مَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِیْنَ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ ﴿۵۰﴾"[2]

ترجمہ: "جہنمی، داروغہاے جہنم سے کہیں گے کہ اپنے رب سے دعا کرو کہ کسی دن ہمارے عذاب میں تخفیف کردے تو وہ جواب دیں گے: کیا تمھارے پاس تمھارے رسول روشن نشانیاں نہ لاتے تھے یعنی یقینا ہمارے رسول روشن نشانیاں لے کر آئے، وہ بولیں گے: کیوں نہیں، تو وہ کہیں گے کہ تمھیں دعا کرو اور کافروں کی دعا نہیں (یعنی حق واضح ہو جانے کے بعد اس کے منکرین و ساترین کے لیے کوئی شنوائی نہیں) مگر بھٹکتے پھرنے کو۔"

اللہ رب العزت جہنم کے حق دار کفار کو مخاطب کر کے ارشاد فرمائے گا:

"یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ اَلَمْ یَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْكُمْ اٰیٰتِیْ وَ یُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ یَوْمِكُمْ هٰذَا قَالُوْا: شَهِدْنَا عَلٰۤى اَنْفُسِنَا وَ غَرَّتْهُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا وَ شَهِدُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِیْنَ ﴿۱۳۰﴾ ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ

(۱) الملك: ٦٧، آیت: ١٠، ١١.
(۲) المومن: ٤٠، آیت: ٤٩، ٥٠.

یَکُنۡ رَّبُّکَ مُہۡلِکَ الۡقُرٰی بِظُلۡمٍ وَّ اَہۡلُہَا غٰفِلُوۡنَ ﴿۱۳۱﴾‘‘[۱]

ترجمہ: ’’اے جنوں اور آدمیوں کے گروہ! کیا تمھارے پاس تم میں کے رسول نہ آئے تھے تم پر میری آیتیں پڑھتے اور تمھیں یہ دن دیکھنے سے ڈراتے؟ کہیں گے: ہم نے اپنی جانوں پر گواہی دی اور انھیں دنیا کی زندگی نے فریب دیا اور خود اپنی جانوں پر گواہی دیں گے کہ وہ کافر تھے۔ (یعنی حق واضح ہونے کے بعد بھی اس کے منکر رہے) یہ اس لیے کہ تیرا رب بستیوں کو ظلم سے تباہ نہیں کرتا کہ ان کے لوگ بے خبر ہوں۔‘‘

مذکورہ تمام دلیلوں سے یہ واضح ہو گیا کہ اللہ رب العزت رسولان عظام کو واضح دلائل کے ساتھ بھیجنے اور دلائل قطعیہ قائم کرنے کے بعد ہی کسی کو عذاب دے گا، رہے اہل فترۃ تو انھیں نہ تو پیغام پہنچا اور نہ ہی ان پر حجت قائم ہوئی۔ اس لیے انھیں عذاب نہیں دیا جائے گا، جیسا کہ باری تعالیٰ کا فرمان ہے:

’’وَمَا کُنَّا مُعَذِّبِیۡنَ حَتّٰی نَبۡعَثَ رَسُوۡلًا‘‘[۲]

ترجمہ: ’’اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج لیں۔‘‘

ہمارے آقا ﷺ کے والدین کے بارے میں علمائے کرام کی ایک جماعت کی یہی رائے ہے کہ ان تک کسی نبی کی دعوت نہیں پہنچی۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

یہ مذہب سب سے پہلے میں نے اپنے شیخ، شیخ الاسلام شرف الدین مناوی سے سنا۔ ان سے رسول اللہ ﷺ کے والد کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا وہ جہنمی ہیں؟ تو انھوں نے سائل کو جھڑک دیا اور اس کو سختی سے ڈانٹا، تو سائل نے کہا: کیا ان کا اسلام ثابت ہے؟ آپ نے فرمایا: ان کی وفات زمانہ فترۃ میں ہوئی ہے اور بعثت سے پہلے عذاب نہیں۔

اکثر علمائے متقدمین اسی طرف گئے ہیں کہ آپ کے والدین نجات یافتہ ہیں؛ کیوں کہ وہ اہل فترۃ سے ہیں اور اہل فترۃ نجات یافتہ ہیں، انھیں عذاب نہیں ہوگا۔ اس پر ماسبق میں،

---

(۱) الانعام: ٦/ آیت: ۱۳۰، ۱۳۱.

(۲) بنی اسرائیل: ۱۷/ ۱۵

میں نے قرآنی دلائل ذکر کردیے۔

امام عبد اللہ بن خلفہ وشتانی، اُبیّ، مالکی متوفی ۸۲۷ھ اپنی شرح صحیح مسلم کے حصہ اول صفحہ ۳۷۰ میں امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عبارت "إن أبي و أبا ك في النار" نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں:

جو زمانہ فترۃ میں اس حال میں مرا کہ وہ بھی اہل عرب کی طرح بتوں کو پوجا کرتا تھا تو یقینا وہ جہنمی ہوگا، یہ ایسا نہیں کہ انھیں اسلام کی دعوت پہنچنے سے پہلے عذاب دیا جارہا ہے بلکہ انھیں تو دعوت ابراہیمی پہنچ چکی ہے۔

علامہ ابی، امام نووی کی عبارت میں موجود غلطی کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اس عبارت میں جو تنافی ہے اس پر غور کیجیے، اس لیے کہ جنھیں دعوت پہنچ چکی وہ اہل فترۃ سے ہیں ہی نہیں بلکہ فترۃ والے تو وہ ہیں جو ایسے دو رسولوں کے درمیانی زمانے میں ہوں جن کی طرف نہ تو رسول اول کو بھیجا گیا ہو اور نہ ہی وہ دوسرے رسول کا زمانہ پائے ہوں، جیسے وہ اعراب جن کی طرف نہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھیجا گیا اور نہ ہی ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زمانہ پایا۔

علامہ اُبیّ فرماتے ہیں کہ اس تفسیر پر فترۃ ہر دو رسول کے درمیانی زمانہ کو شامل ہوگا، لیکن جب فقہاے کرام فترۃ کے بارے میں کلام کرتے ہیں تو اس سے مراد وہ زمانہ لیتے ہیں جو حضرت عیسیٰ اور ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان ہے۔ امام بخاری نے حضرت سلمان سے ذکر کیا کہ اس فترۃ کی مدت چھ سو سال ہے۔ جب دلائل قرآنیہ اور احادیث نبویہ اس پر صراحت کے ساتھ دلالت کر رہی ہیں کہ حجت قائم ہوجانے کے بعد ہی عذاب دیا جائے گا تو ہم جان گئے کہ اہل فترۃ کو عذاب نہیں دیا جائے گا۔

مذکورہ دلائل سے یہ آشکارا ہوگیا کہ اکثر اہل علم اسی جانب گئے ہیں کہ فترۃ والوں کو عذاب نہیں دیا جائے گا۔